

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ أَنْ يَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهَا

وعن ابن عمر رضي الله عنهما فقلت يا رسول الله لو طلقتمها ثلاثاً
كان لي أن أراجعها؟ قال إذا بانث منك وكانت معصية
(مجمع الزوائد، ج ٢٣، ص ٢٣٦)

عَمَلُهُ الْإِثَابُ

فَحُكْمُ

الطَّلَاقَاتِ الثَّلَاثِ

مُؤَلَّفُهُ

شيخ الحديث حضرت مولانا محمد سرور خان صاحب

ناشر

مکتبہ صفائیہ

نزد، مدرسہ نصرة العلوم کھنڈ، گوجرانولہ، پاکستان

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ لِلْأَمْرِ
قَوْلَانِ جَلَّتْ بِهَا الْإِخْلَاقُ لَمْ يَزَلْ يَجْنَحُ حَتَّى تَبْجَحَ الْأَرْجَاءُ بِحَبْرَةٍ
وعن ابن عمر رضي الله عنهما: فقلت يا رسول الله لو طلقتموها ثلاثاً
كان لي أن أراجعها؟ قال إذا بانت منك وكانت معصية
(مجمع الزوائد، ج ٢، ص ٢٢٤)

عَمَلُكَ فِي الْإِثْبَاتِ

فَحْضُ الطَّلَاقَاتِ الثَّلَاثِ

بعض میں قرآن کریم، صحیح احادیث اور جو حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین
عظامؓ اور ائمہ اربعہ اور ائمہ مسلمہ کے کلمہ تھا کو اُردو محققین غلط ہے، حوالہ دیتے
ثابت کی گئی ہے کہ ایک عیسویں یا ایک سی گزشتہ دہائی میں تین طلاقیں ہی ہوتی
ہیں، یہی حق اور یہی صحیح ہے۔ اور جو حضرات بعض علماء نے غلطی کھا کر تین طلاقیں
کو ایک قرار دیا ہے، ان کے کلمہ بخش جوابات بھی اپنے خدا تعالیٰ باحوالہ عرض کر بیٹھے گئے
ہیں جو مٹنے والوں کے لیے موجب بصیرت ہوں گے، واللہ العزیز العالی اور مٹانے
والوں کے لیے تمام حجت ہرگز واللہ یَعْلَمُ الْحَقُّ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ابوالزاد محمد سرفراز

جملہ حقوق بحق مکتبہ صفیریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں

طبع پنجم ستمبر ۱۴۰۲ء

نام کتاب	عمدۃ الاثبات (مسئلہ طلاق ثلاثہ)
مؤلف	شیخ احمدیہ حضرت مولانا محمد رفیع زخاں صفیریہ مدظلہ العالی
تعداد	ایک ہزار
مطبع	مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر	مکتبہ صفیریہ نوادہ سرفراہ العلوم گٹہ دھرم گجرانوالہ
قیمت	تینتیس روپے

مکتبہ کے بقیے

☆ مکتبہ طبعیہ جامعہ صفیریہ سرائٹ کراچی نمبر ۲۹	☆ مکتبہ قاسمیہ حیدرآباد، بخاری ماڈرن کراچی
☆ مکتبہ صفیریہ فی بیہ چٹال روڈ ملتان	☆ مکتبہ امدادیہ فی بیہ چٹال روڈ ملتان
☆ مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گٹ ملتان	☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ صفیریہ اردو بازار لاہور	☆ دارالکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور	☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ چکادورہ سوات
☆ مکتبہ انصاریہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد	☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
☆ مکتبہ صفیریہ کیر مارکیٹ گلبرگ	☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
☆ مکتبہ رشیدیہ الیہون اسلام آباد	☆ مکتبہ صفیریہ نظر جنگلی پشاور
☆ مکتبہ صفیریہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ	☆ مکتبہ خاندانہ رشیدیہ راجہ بازار، لپٹھی
☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گلبرگ	

فہرست مضامین

۳۷	تقریب	امیر ربانی اور حافظ ابن قیم کا حوالہ
۳۸	دوسرا چہرہ طبع دوم	امام ابن قیمؒ اور ابو الجوزیؒ کے تعلق کے
۳۹	دوسرا چہرہ طبع اول	واقعہ کتبہ پر جامع نقل کیا ہے حافظ ابن قیمؒ
۴۰	ذریعہ اسلام کی جامعیت	علامہ ابن قیمؒ اور قاضی شافعیؒ کا حوالہ
۴۱	تکلیف کرنا سنت ہے	مولانا تقیہ آبادی کا حوالہ
۴۲	طلاق باوجود حلال ہونے کے منہوس ہے	ارشاد ابراہیمی کا حوالہ
۴۳	بلا و بطلان کا اعتبار گناہ ہے	مولانا ابن حنبلؒ کا حوالہ
۴۴	ایک صحیح روایت کا ایک کلمہ کی تین طلاقیں کے بارے میں حضرت امیرؒ کا اختلاف	اجماع حضرات کے اختلاف کے حوالہ
۴۵	دفعہ تین طلاقیں کا اعتبار ابن حزمؒ کے	اور ان کے تفسیر کے حوالہ
۴۶	اس کا ثبوت حضرت عجمیؒ کی حدیث سے	اجماع حضرات کے حوالہ
۴۷	اس کا ثبوت حضرت عجمیؒ کی حدیث سے	حافظ ابن قیمؒ اور مولانا ابن قیمؒ کے حوالہ
۴۸	حافظ ابن قیمؒ اور مولانا ابن قیمؒ کے حوالہ	حافظ ابن قیمؒ اور مولانا ابن قیمؒ کے حوالہ
۴۹	بجائے تین طلاقیں کی تین طلاقیں ہوجاتی ہے	ایک روایت کے حوالہ
۵۰	حضرت ابن عمرؓ کی روایت	ایسے شاذ اقوال کی چند مثالیں
۵۱	خارجی اور داخلی اسکے فرق کے قائل نہیں	اجماع کے لیے تمام مجتہدین کا اجماع
۵۲	اس طرح ابن حزمؒ، ابن قیمؒ اور ابن قیمؒ بھی	شرط نہیں۔ نواب صاحب
۵۳	انہی تین روایات میں سے کسی سے تین طلاقیں	تین طلاقیں کو ایک قرار دینے کا مذہب
۵۴	گناہ ہے جو اس پر گناہ کا حکم مرتب ہے	شیر و غیرہ کاٹنے اور شاذ ہے
۵۵	دفعہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں امام احمدؒ	حافظ ابن قیمؒ اور ابن قیمؒ کی اس
۵۶	اور اس سلسلے میں چار مذہب کا ذکر	مسائل اختلاف کی اصل وجہ
۵۷	جمہور کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں	باب اول
۵۸	امام ابن رشدؒ اور امام نوویؒ	جمہور کی دلیل نص قرآنی
۵۹	ابوہریرہؓ کی روایت اور طحاویؒ	حضرت امام شافعیؒ سے اس کی تفسیر
۶۰	حافظ ابن قیمؒ اور حافظ ابن قیمؒ کا حوالہ	حضرت ابن عباسؒ مولانا عبدالحقؒ
۶۱	حافظ ابن قیمؒ اور مولانا ابن قیمؒ کے حوالہ	اور مولانا میر سیاحیؒ
۶۲	دستی، امام زرقانی اور امام سیوطیؒ	قاضی شافعیؒ کا جواب ناکافی ہے

۸۷	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے	۵۳	دوسری دلیل بخاری اور مسلم کی حدیث
۸۸	تین کے ایک کا رواج تھا {	۵۴	حافظ ابن حجر، عینی اور خطابی
۸۹	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے	۵۵	سے اس کی تفسیر و تشریح
۹۰	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے	۵۶	امام بخاری، دارمی اور بیہقی
۹۱	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے	۵۷	تیسری دلیل مسلم وغیرہ کی روایت
۹۲	مولانا ابوریحان کا جواب	۵۸	چوتھی دلیل
۹۳	مولانا ابوریحان کا جواب	۵۹	پانچویں دلیل اور امام نووی سے اس کی تشریح
۹۴	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۰	چھٹی دلیل حدیث ابن عمر
۹۵	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۱	اٹھ روایت کی توثیق
۹۶	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۲	ساتویں دلیل حضرت زکاتہ کی حدیث
۹۷	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۳	اٹھ روایت کی توثیق
۹۸	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۴	اس کا کتابت مندرک وغیرہ سے
۹۹	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۵	آٹھویں دلیل
۱۰۰	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۶	نویں دلیل
۱۰۱	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۷	دسویں دلیل
۱۰۲	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۸	گیارہویں دلیل
۱۰۳	مولانا ابوریحان کا جواب	۶۹	بارہویں دلیل
۱۰۴	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۰	تیرہویں دلیل
۱۰۵	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۱	چودھویں دلیل
۱۰۶	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۲	پندرہویں دلیل
۱۰۷	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۳	سولہویں دلیل
۱۰۸	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۴	سترہویں دلیل
۱۰۹	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۵	اٹھارہویں دلیل
۱۱۰	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۶	انیسویں دلیل
۱۱۱	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۷	بیسویں دلیل
۱۱۲	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۸	باب دوم
۱۱۳	مولانا ابوریحان کا جواب	۷۹	تیرہ بلاؤں کے ایک ہونے کی پہلی دلیل
۱۱۴	مولانا ابوریحان کا جواب	۸۰	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے
۱۱۵	مولانا ابوریحان کا جواب	۸۱	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے
۱۱۶	مولانا ابوریحان کا جواب	۸۲	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے
۱۱۷	مولانا ابوریحان کا جواب	۸۳	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے
۱۱۸	مولانا ابوریحان کا جواب	۸۴	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے
۱۱۹	مولانا ابوریحان کا جواب	۸۵	اس کا جواب یہ کہ اگر اس کو دلیل ہو جائے

دیباچہ طبع دوم

اللہ رب العالمیٰ کے عہدہ الشاہدیت پر حکم الطوائف الشریعت کو بہت ہی برا جنس قبول مثال ہوا
ہی تعلیمی اور تحقیقی نقطہ نظر سے اس کی کج چہرہ کو دیکھنے والے محققین نے خصوصیت کے ساتھ اس کی
بہت ہی زیادہ قدر افزائی کی ایک مجلس اور ایک کمرہ کے ساتھ ہی کئی مہینے طلاقوں کے
مثبت اور منفی بیانات کو دلائل اور براہین کے ساتھ بھی مرتب طور سے دیکھ کر بیسویں صدی کے لوگوں کی
دور گزشتہ سے بڑھ کر ہی حاصل کر لی اور یوں سمجھے کہ اس منکر کے دروں بیسویں صدی کی ہی
کئیوں کا خلاصہ۔ نیز خوار و مضاعف اس میں لگایا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی کتاب دیا اور کوزہ کا ہدایت
سے اور جنت اور حدس قسم کے علاوہ کہنے نہ صرف یہ کہ اس پر دو توحیدین ہی دی بلکہ اس سے
انہوں نے استفادہ بھی کیا اور قبول بعض حضرات کے اس سے ان کے علمی شہادت دفع ہو
ئے۔ وَذَٰلَکَ فَخْرُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

[illegible]

انھوں نے تمام علماء و محدثین اسلام کے متفقہ فیصلوں کی وجہ سے غنہ و بے گناہی کا
معرعہ قریباً پانچ سو سال کے بعد ہندو پاک کے اہل حدیث نے اس معرکہ کو جیسے جگانے کی کوشش کی
ادب ان سب سبنا کی جماعت اسلامی کے بھی بعض افاضل نے جس کے جواب میں حضرت مولانا مفتی
سیہ مہدی حسن صاحب مدظلہ العالی نے دو مرتبہ بطور مدلل و سلیقہ لکھ کر دیا اور حضرت مولانا
عثمانی نے بھی اس بارے میں کئی مکتوبیں لکھ کر تصحیح کر لی ہیں شیخ عبداللہ لائوں کی ایسی جواب دہی کہ حق
کو باوجود شاید۔

اب پاکستان جاکر معلوم ہو کہ کون سے کون کس طرح ہلاک ہوئے ہیں اس قدر کہ آپاری کی گئی تھی جس کے لیے اس وقت کوئی پکارا نہ تھا، پڑا اور اس سے علماء و حکام متصفیہ و کفر و کجی کو اب کیا کیا ملیا اور مشین بنائی ہوئے ہلاک ہے اس لیے میں نے مناسب خیال کیا کہ چند سطر اس کی تائید میں لکھوں۔

بہارِ حق پر خدائی بنارس کے لیے رہا جی، تو دوسرے کو چند سال قبل اداوات بہت طویل اور قادیان و دھوت سے
اشدوایض کے سلسلے میں ہی سرشاری بہت آجاتا اور ان کے تمام اکابر، علماء و افاضائے فنیہ نے اساد کو دیکر
طلانِ قنات و اے سنگھ میں حق جو کبھی کے ساتھ ہے اور اہل علم ان کے لیے یہ کہہ کر ان کے قابلِ قنا و عمل
نہیں ہے۔ ان کے عمل بہت مہربانی، جملہ کھانا سلاخ و ارفاقہ، رانی (سوجھ) کے سہ جلد اول میں
شائع ہو گئی ہے اور خوبی جو کھانے تمام قضاہ و حکام کے کوئی فیصلہ کرتے ہیں، و الحمد للہ علی ذلک۔

ایک کفر پر غصت تھی کہ میرے دوستوں کو کفر کا لہر لگا کر اسلام کی نیک نیتوں کی مخالفت کر رہا ہے۔ (جدید ایڈیشن) میں مطالعہ کیا جس میں انھوں نے مکمل اور مکمل طور پر اسے واضح کر دیا ہے کہ جو کچھ مکمل طور پر اسلام کے پیچھے قرآن و حدیث کی فہمیت و وجہ ہے ہر عزائم میں کیا جاسکتا ہے کہ کیا اس کے لیے حدیث پر غلطیوں، غلطیوں میں اور ان کے حقوق کو اہل کفر کے خلاف فیصلہ کے صحیح خلاف ہے کہ اہل اسلام میں کوئی شخص بھی اس کو قتل نہیں کر سکتا اور جو کچھ میں اس امام کے پیچھے کا منحرف ہونے والے کی نیت میں ہوئی حیرت ہے کہ کتنے ہیں مسائل اصول و فروع میں امام احمد رحمہ اللہ کے منہ سے نکلنے والے دلائل حکومت کو یہ کہہ کر کھول کر مکمل طور پر بال حال کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اہل ان کی کیا ہے کہ جو کچھ پاک ہونا چاہیے ہو گیا ہے پاکستان کے اہل ایمان میں جو حلقوں کا بطلان امت کی طبعی تائیدی اور اقرضہ خلاف مسئلوں و مسائل پر جو اہل ان میں حضرت امام سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ نے فیض کما بہت نمایاں مقام ہے اور ہم سب کو اس کے سامنے منظر ہیں کہ وہ اہل اسلام کے دین پر بہت زبردستی کیا اور کہہ میں اس کے بغیر صرف اسلام میں ان کی قوت ہے بلکہ نہایت اعتدال و تقاضی ہے۔ رحمہ اللہ و فروع نہایت محنت میں تھیں یہ صورت بھی ہیں۔ واللہ الوفی !

احمد رضا اعجازی

(مؤلف اوارادہاری مشرب اردو مصحح البحراری۔ مکتبہ ناشر العلوم، بنیاد ڈیڑھ بجہ نور، ۵، فورسی ۱۹۹۵ء)

قانون بنایا کہ متعہ و طلاق میں صرف ایک طلاق ہوں گی اور دہریہ بھی ہوگی اسی قسم کا قانون ہو گا کہ

۱۹۴۵ء میں اور اسی نے ۱۹۵۱ء میں نفاذ کیا کہ کتاب ایک مجلس کی تین طلاقیں حلال نہ ہوں گی۔

۶۹ برس ۶۹ برس (عید نبی صحت)

اگرچہ اسلامی حکام کا قانون شرعی کی حیثیت نہیں رکھتا تاہم اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کا عدلیہ جو معاشرتی پیچیدگیوں پر برہنہ نہیں آتا، اس کا حل بھیجیگی سے ملے گا۔ والدین کو بھی غفلت پر توجہ دلائی جائے۔

۲۹۔ ۲۵ مارچ ۱۹۸۰ء (دہلی پور)

الحجاب اسلامی محاکمہ کے قانون کا مؤثر داخل مرتبہ ہے معقول جواب دہرے پاس نہ
ہوا بھی اس پر صاف ہے وہ ہے کہ اسلامی محاکمہ کا قانون شرعی حجت کی حیثیت نہیں
کھنڈا، ان سوال ہے کہ جب اسلامی محاکمہ کا قانون شرعی حجت کی حیثیت نہیں رکھتا تو
اس کے ساتھ اگرچہ ملکہ کی دہرے شرعی حجت کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے؟ دعوت رکھنا
جو ایک خالص دینی اور شرعی مسئلہ ہے اور جس کا ثبوت ظاہر دین کی رو سے عہدہ صحیح اور صریح
احادیث سے ہے اور جس پر حضرات صحابہ کرامؓ اور ائمہ اربعہ اور محدثین کرامؓ اور جمہور امت کا
اجماع والفقہ ہے وہ اگرچہ ملکہ ہے مگر شرعی قانون سے کیسے متاثر ہو سکتا ہے؟ اس
پر اس سے زیادہ ہم کہہ نہیں سکتے مگر یہ کہ شاید ہی کافی ہو سکتے اور جس علماء کرام کے نام
درج ہیں وہ اصولائین فقہوں میں منقسم ہیں ایک تو جماعت اسلامی کے بزرگ ہیں جن
کو شریعہ شراب مودودی صاحب نے دینی مسائل میں ایسا بے باک اور بے حکام کر دیا ہے
کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں اور جن میں اکثریت غیر عقیدہ دین کی حامل ہے ان پر نقول
مسکینہ کی کوئی گناہ و گناہ ہے اور کسی اور مسکینوں، دیادشاہ ہیں جو باہیں کہیں دوشے
پر کرم شاہ صاحب ہیں جو اب جو بریلوی مکتب خیرے تعلیق رکھنے کے جامع الاہل ہر کفار غ
بھی ہیں ان پر جامع الاہل ہر کے بعض بے دین اور اذلیل بلکہ قلم تحم کے اساتذہ، مثلاً
شیخ محمود شکریت جو مرتبہ استعمرت عدلی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت کے مستور اور انبی

وغیرہ کی غیرتے قیمن و تینس بھی براہیت کی ضرورت ہے اور قاضیوں میں فائز طلاق کی بحث
موجود ہے اور لوگ جہالت سے تین سے بیٹے ہیں لیکن بہت تین کی نہیں ہوتی لہذا مسئلہ طلاق
موجود ہے لہذا ہم بھی قاضی طلاق کی چند عبارت نقل کر کے حضرت مفتی صاحب کے پیش روئے پر رکھیں
کہتے ہوتے غور و فکر کرتے ہیں اور قاضیوں میں کلام کو بھی غور و فکر کی وجہ سے نہیں ہیں۔ اہم قاضیوں؟
زہاتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو صراحتہ تین طلاقیں دیں اور اس نے یہ کہا کہ میں نے
پہلی سے طلاق دلا دی ہے اور دوسری اور تیسری سے عورت کو کھانا سپہ کہتے طلاق پر چکی ہے
اسی کو دیکھتے حضرت تاکید نکھار اور حکایت و خبر وغیرہ کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں طلاق
ایک ہی ہوگی لیکن اس کی تصدیق و ناسخ ہوگی یعنی ضیاء بیستہ، و بین اللہ تعالیٰ مع الحلفت
عند البیض و ذکر قضاء قاضیوں ہی کا فیصلہ کریں گے۔ قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ ہیں کہتے ہیں کہ اگر
مخلوہ یا عورت سے کہا انت طلاق انت طلاق تو دونوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

ولو یصدق قضاء ان قال نوبت اور قضاء اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اس لیے
یالشیانۃ الخیر۔
اور نیز وہ کہتے ہیں۔

جعل قال لعلک انت طلاق انت ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے تجھے طلاق
طلاق انت طلاق وقال کینکے بلا وئی ہے تجھے طلاق ہے اس نے کہا کہ میں نے پہلی سے طلاق
الطلاق و یالشیانۃ الخیر ما مازلے ہے اور دوسری اور تیسری سے عورت کو یہ بتا دیا ہے
صدق دیانۃ و فی القضاء طلاق ثلوثا کہتے طلاق پر چکی ہے تو یانۃ اس کی تصدیق کی جائے
و قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ ہیں کہتے ہیں۔

اور نیز چوتھے قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ لوری شرح مسلم ۱۷۱ اور فتح القدیر ۲۷۱ طبع ہند
میں بھی مذکور ہے۔
اور اسی چیز کے سہارے پر ہی حضرت مفتی صاحب اور دیگر فقہاء کے امام نے میں کو ایک
قرارداد ہے اور یہ محمل ذراغ سے خارج ہے۔

اہم قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ ہیں کہ

ولو قال انت طلاق لعلک انت طلاق و ان لوی
ان حدت آخر الکلام حدت ادنی العرب
الی قولہ و هذا کلامہ انا قال انت طلاق
لو بکسر اللام وان قال بکسر اللام یقع
الطلاق وان لم یکن و یکن الی ادیب
تاکید مقام الحرف ہذا الذی لیس
فی حال مذاکرۃ الطلاق و ان فی حالۃ
الغضب وان کان فی حال مذاکرۃ
الطلاق او فی حالۃ الغضب یقع الطلاق
(۲۷ مسئلہ)

اس سے معلوم ہو کہ اگر پرانے طلاق کی حالت میں سکون لایا کہ ساقط طلاق کہے تو
تسبیبی ملزمت طلاق واقع ہو جائیگی غور فرمائیے کہ صرف لفظ طلاق کی طرح نیت سے مستغنی
ہے اور قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ ہیں کہتے ہیں کہ لعلک انت طلاق بکسر اللام طلاق
بلا نیت قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ ہیں کہتے ہیں کہ لعلک انت طلاق بکسر اللام طلاق
کا پروردگار شہادت ہی تعجب انگیز بات ہے اور حنفی کلمات کے کسی علم اور فہمی کو یہ بات
زیب نہیں دیتی چونکہ حضرت مفتی صاحب مگر سیدہ بھی ہیں اور سیاسی اور دیگر مشاغل میں
اچھے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ عظیم الفہم حضرت ہونے کی وجہ سے کتب کی طرف رجحان
کو کہہ سکتے ہیں کہ اہم قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ ہیں کہتے ہیں کہ لعلک انت طلاق بکسر اللام طلاق
ذہول فرما گئے ہیں اور بڑھاپے اور کثرت مشاغل ہیں ایسا ہو جانا کوئی مستبعد امر نہیں ہے
اہم قاضیوں میں ۲۷ مسئلہ ہیں کہتے ہیں کہ۔

رجل قال لا مراءاة طلاق او انت
معلقة او شئت طلاق او وضعت
طلاق او اوقت عليك الطلاق او قال
خذي طلاق او قال وحيث لك
طلاق و لہ ینو شیئاً يقع الطلاق
رقاوی قاضیان ۱۵۸

کسی شخص نے اپنی پوری سہولت کے لئے طلاق دے
دی ہے یا نہ کہ کو طلاق ہے یا نہ کہ تیری طلاق چاہ
ہو یا نہ کہ میں تیری طلاق پر رضی ہو یا نہ کہ میں
نے تیرے اور طلاق واقع کر دی ہے یا نہ کہ تو اپنی طلاق لے
یا نہ کہ میں نے تجھے تیری طلاق بہ کر دی ہے اور اس نے نیت
کی تو اس سے جو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اس عبارت میں بھی صریح طلاق کا اور بیوی کی تعیین کا ذکر ہے اور اس میں اس کی تصریح
ہے کہ اگر نیت نہ بھی ہو تب بھی طلاق واقع ہو جائیگی مگر نیت کی ایسی واضح تصریح ہے کہ کہتے
ہوئے یہ دیکھ کر نہ کہ صریح طلاق میں بھی اگر نیت طلاق کی نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ
علمی مخالطہ ہے۔ صریح طلاق میں نیت کے شرط نہ ہونے کو فرما کر ان کے اجماع نے نہ کوئی تعلیل کا اختلاف ہے۔

کو نہ لا یفتقر الی النیت فیہ اجماع الفقہاء لا داؤد (فتح القبر ۲: ۱۷۷ طبع ہند)
ہاں اگر کسی کے الفاظ میں سے کسی لفظ سے طلاق ہو تو اس کا معاملہ الگ ہے وہ محل نزاع ہے
بالکل خارج ہے باقی حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب جو علامہ ابن حزم وغیرہ کی پیروی
میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی تو صریح طلاق میں اس کا مطلب
یہ لینا چاہیے کہ ان کی عبارت میں حرف واد و عطف و معاشرت کے لیے نہیں بلکہ تفسیر کے
لیے ہے یعنی عطف ذات نہیں بلکہ عطف صفت اور تفسیر ہے۔ اور شیخ الحداد اور بیہودہ
نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے مگر علامہ ابو ہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ اور اس سے وہی تاکید و تکرار
اور حکایت والی صورت ملے ہوئی جو ایک اضافی چیز ہے اس کے علاوہ کوئی اور صورت ملے
نہیں ہے مگر صریح طلاق میں نیت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ نیت بھی طلاق واقع ہونے کی
ہاں اگر لفظ طلاق کو صریح ہو لیکن عورت تعیین نہ ہو تو پھر بلا نیت طلاق نہ ہوگی۔ اہم قاضیان
ہی کہتے ہیں۔

رجل قال امرأۃ طالق او قال طلقت
امرأۃ ثلاثا وقال لہ اعن ید امرأتی
یصدق (قاضیان ۱۵۸)

کسی مرد نے کہا کہ عورت کو طلاق ہے یا نہ کہ کو طلاق
امرأۃ ثلاثا وقال لہ اعن ید امرأتی کو تین طلاقیں ہیں اور اس نے کہا کہ میں نے اس سے اپنی
یصدق (قاضیان ۱۵۸) عورت ملازمین کی تھام کی تعیین کی جائے گی۔

اس عبارت میں امرأۃ لکڑہ ہے مگر تینوں امرأۃ عورت کی عدم تعیین کی صورت میں اگرچہ
طلاق کا لفظ صریح ہے مگر اس کی نیت کا اعتبار ہو گا اور فقہی طور پر قاضی اس کی تعیین بھی کرے گا
الغرض صریح طلاق میں جس میں طلاق کا لفظ بھی صریح مذکور ہو اور شوحد بھی ہو اس میں بھی تعیین ہونا
نیت کی مطلقاً حاجت نہیں پڑتی اس میں بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور حد نیت
ثلاث حد میں حد و حد میں حد جس کا اسی کتاب میں (جو لکڑہ ہے) اس کی واضح دلیل
ہے اصل مفتی صاحب تاکید کی صورت میں کہ ایک قرار دینے میں نہ کہ طلاق میں ایک کفر
مقتدرین حاصل کر سکتا ہو۔ اور مفتی صاحب کی تقریر میں یہ جملہ بھی مذکور ہے کہ لفظ اتفاق
تلاش کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ ہر جگہ لکڑہ اس سے بھی کچھ کتاب کے حصہ میں ہے اس میں
کے بانی مابقی حضرات پر کاری ضرب لگائی ہے کہ اتفاق مت پیدا کر دو اتفاق کی طرف آؤ اور
مطلقاً تین طلاقوں کو ایک قرار دیجو یہ راہ امت اختیار کرنا اس کی ہی صورت اختیار کر دو جو
حضرت فقہانہ کرام سے منقول ہے مگر غیر مقدمین حضرات میں جو بدل و تیس کی وجہ سے مولانا
مفتی عتیق الرحمن صاحب کو مطلقاً اپنا ہونا قرار دے رہے ہیں قاضی قاضیان ۱۵۸ تا ۱۵۹
۱۶۰ میں فائست طلاق کی تعلیق وغیرہ کی صورت میں بے شمار حجیات مذکور ہیں مگر طلاق
کو ایک قرار دینے کی ایک جزئی بھی ہو جو نہیں ہے۔ ص ۱۶۰ تک مولانا محمداظہار الحق قاضی
فاضل دیوبند کا مضمون ہے چنانچہ وہ پہلے اس مسئلہ کے اختلافی ہونے پر چند جملے لکھتے
ہیں اور آخر میں کہتے ہیں۔

اب کیسے سوال کے لیے شرح مشکوٰۃ مختصرہ جو اب بھی سماعت فرمائیے۔
۱۔ طلاق۔ طلاق۔ طلاق۔ تین دفعہ کہنے سے اگر کہنے والے کی نیت ایک کی ہو۔
اور اس نے نفس تاکید کے لیے باقی دو دفعہ نہ کہ دیا ہو یا باقی دو سے اس نے کچھ بھی نیت

نہ کی ہو نہ ناکید کی نہ عدم ناکید کی تو ایک ہی طلاق پڑے گی علامہ اسی نے تفسیر روح المعانی میں علامہ ابن حجر کی عبارت نقل کی ہے کہ نفاس سے نفاس آدمی کا ارادہ ناکید معتبر مانجئے گا اور یہی ہمارا مذہب بھی ہے فائدہ صریح مذہب تصدیق شریعہ التاکید بشرط علم وان بلغ فی الفسق مبلغ مضی مہدی حسن سابق صبر منشی دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب اقامۃ النیامۃ ص ۳۶ پر فرماتے ہیں۔ اگر عدوت دخول بہا ہے اور ایک ہی طلاق مینے کا ارادہ تھا لیکن جبکہ لفظ تین مرتبہ طلاق ہی اور دوسری اور تیسری طلاق کو بطور تائید استعمال کیا ہو تو یہ نہ قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور ایک طلاق حجتی واقع ہوگی اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ ابن حجر کی کتاب حلی میں بالکل یہی الفاظ ہیں مگر اس میں دیانۃ کا لفظ اور علت کوئی تذکرہ نہیں بلکہ صرف اتنے ہے کہ اس کے ارادہ ناکید معتبر مانا جائیگا۔ علامہ (ابن حجر) حلی ج ۱ ص ۱۰۶ پر فرماتے ہیں فلو قلنا لم یوطئ انت طلاق انت طلاق انت طلاق فان فی التکرار (ای التاکید) لکلمۃ الاولی فی وحدۃ مکملۃ ان لم یسبق تکرار شیء فان فی ذلک ان حل طلاقۃ غیر الاولی فیہی ثلاث ان کی کتبھا۔ مدخل بہا عدوت سے کسی نے کہا تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ اگر اس نے باقی دو سے تائید کا۔ یا نہ تائید نہ عدم تائید کا کسی کا ارادہ نہ کیا تو ایک واقع ہوگی لیکن اگر مطلب یہ تھا کہ ہر طلاق پہلے والی طلاق سے الگ ہے تو تین طلاق واقع ہوگی۔ اہم بقولہ (ص ۳۶ و ص ۳۷) یہ تمام عبارت اور حوالے مولانا محفوظ الرحمن صاحب فاضل دیوبند کے ہیں جن سے بالکل خیال ہے کہ وہ تین طلاقوں کو ایک صرف اس صورت میں کہتے ہیں جس میں طلاق مینے والے نے پہلی طلاق انشاء اور دوسری اور تیسری تک کا یہ اور تائید اور تکرار کیا ہو اور اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ مولانا اپنی تائید میں علامہ اسی نے مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب اور علامہ ابن حجر کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ تین طلاقوں کو ایک کہنا صرف اس صورت سے متعلق ہے جس میں دوسری اور تیسری طلاق سے حکایت اور تائید ملے ہو اور جہاں ان کی عبارت مجمل اور مختصر ہے اس میں ان کی اس تفسیر و تشریح کو ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ لایستغنی۔

غیر معتبرین حضرات کے سو فیہم اور دلیل کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ کس دید و لہیری سے مولانا کو صرف کرکین اور طلاق اپنا حق قرار دے سکتے ہیں اور جس سے نہیں ملتے البتہ مولانا موصوف کا علم اس میں حرم کی پھر دہی میں یہ نظر ہے کہ اگر دوسری اور تیسری طلاق میں کوئی نیت نہ ہو تو پھر بھی ایک ہی ہو گی کہ علم کس دلیل اور کس نظریہ پر مبنی ہے جب کہ صریح طلاق کے ہائے میں تھا بلکہ سب سے کہ نیت نہ بھی ہو تب بھی وہ واقع ہو جاتی ہے اور اسی کتاب میں ثلاث حدیث میں حدیث میں حدیث طلاق کا ذکر بھی ہوا واللہ اعلم وہی العرف مولانا موصوف کی عبارت سے بالکل خیال ہے کہ تین طلاقوں کی نیت ہو اور دوسری اور تیسری سے تائید و حکایت ملے نہ ہو تو پھر بھی واقع ہوں گی یاں یہ بات حدیث سے کہ تائید و حکایت کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا وہی سمجھے گا جو چاہے ہو یا نہ اور جن ہو یا اس نے شخص المصنف۔ مختصر المعانی اور طول وغیرہ کتابیں پڑھی ہوں یہی وجہ ہے کہ ایسی صورت میں اس شخص کو قسم دی جائے گی اور فیصلہ دیانۃ ہوگا نہ کہ قضائہ کما تہم باقی صریح طلاق میں نیت نہ ہوئے سے طلاق کا واقع نہ ہو نہ علامہ ابن حجر کی خالص ظاہریت کا کارنامہ ہے اور دوسرے حضرات بھی لکیر کے فقیرین کران کے چھٹے ہیں کہ یہ نکتہ افسس کو لائمی کا سہارا۔

مولانا سید احمد صاحب اکبر آبادی کا مقالہ مجموعہ مقالات علیہ دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق ص ۳۷ تک میں پھیلا ہوا ہے جن پچھ وہ لکھتے ہیں کہ موجودہ حاشیاتی حالات میں جہاں نزدیک علماء مجتہدین کے لیے اس امر کی کافی گنجائش ہے کہ وہ حسب ذیل فیصلے کریں۔ ۱۔ تین طلاقیں جو ایک مجلس میں یا ایک ہی لفظ سے دی جائیں وہ ایک طلاق سمجھی جائے گی اور طلاق رجعیہ ہوگی۔ ۲۔ تین طلاقیں جو ایک ہی مجلس میں تین لفظوں سے دی جائیں اور شہر شہید یا غرضب کے عالم میں ہو اور قصہ فرو ہوئے کے بعد فقہ کے کہیں نے دوسری اور تیسری طلاق کے الفاظ پہلے ہی طلاق کو مرکب کر کے لیے کہے تھے یا بے سوچے مرکب قصہ میں زبان سے نکل گئے تھے اور میں طلاق مختلطہ کے حکم سے نادان تھا اور اس کا ارادہ تھا تو ان سب صورتوں میں مرد کی تصدیق کی جائے گی لفظ (ص ۳۷)

ابوالنعمان محمد بن سفيان

اور پھر بعض پاکستانیوں نے اس تقاضا میں پیش پیش ہیں جس سے ہر بھگدڑ اور کمی کو گنتے والی نسلوں کی سخت تلخ بے کردہ معلوم ان کا کیا بے گناہ؟ اور اس تلخ بے کردہ ہماری حکومت بھی عاقل نہیں ہے۔ انہی پریشانیوں کے پیش نظر جماعتی ہر گزری حکومت نے رگت ۱۹۵۵ء میں ایک سلسلہ کوئی مختصر شہر کیا کہ وہ ملاح اور طلاق اور کھانا وغیرہ سے مطمئن موجودہ قوانین کا جائزہ کے لئے لے کے ان میں کیا اصلاح کو درجیم ضروری ہے؟ اس کوئی کے کان

تھے۔ ۱۰۔ ثلثینہ شجاع الدین صاحب مرحوم صدر ان کی وفات کے بعد ان کی بیگمیاں اور بیٹے صاحب سلوین جیت جیت پاکستان کا انتخاب عمل میں آیا۔ ۲۰۔ حضرت مولانا محمد احتشام الحق صاحب تھانوی۔ ۲۰۔ خلیفہ عبدالحکیم صاحب۔ ۳۰۔ مسٹر غایت الرحمن صاحب۔ ۵۰۔ بیگم شائستہ ازہر صاحبہ۔ ۶۰۔ بیگم الوری صاحبہ۔ ۷۰۔ بیگم نسیم انوار محمود صاحبہ۔ ۸۰۔ مسٹر غایت الرحمن صاحب۔ ۹۰۔ بیگم صاحبہ اس میں حصہ نہ لینا چاہئے اس کی منظوری انہوں نے دی تھی اور حضرت مولانا محمد احتشام الحق صاحب تھانوی نے اس پر ایک اختلافی نوٹ لکھا ہے جس میں ان کا کہنا ہے کہ ان کی غارت سے شدت کے ساتھ اختلاف کا یہ ہے کہ بیرونٹ ایک شخص کی صورت میں حکومت کی طرف سے غلطی سے شائع ہو چکا ہے، اس طرح یہ رپورٹ غلط ہے صاحب صدر کے علاوہ خلیفہ عبدالحکیم صاحب اور دیگر تینوں بیگمیاں کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

(ملاحظہ ہو عالمی کشن رپورٹ پر مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کا تبصرہ ص ۱۰۹) اس لحاظ سے اس کشن میں صرف ایک ہی مستند عالم تھے جنہوں نے باقاعدہ دین پڑھا ہے مگر وہ بھی اس رپورٹ سے سخت نالاں ہیں باقی اکثریت آزاد خیال مردوں اور بیگمیاں کی ہے اور اکثر محفلوں کے بانی ہیں انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہس میں ان سے مخفی ہے، ناقصان عقل و دین (بخاری ص ۴۴) و مسلم ص ۴۰ وغیرہ) کہ وہ محفل و دین کے لحاظ سے ناقص ہوتی ہیں اور اس عالمی کشن کی رپورٹ میں ایک مشورہ ان کا یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ دی گئی تین ملاقاتوں کو ایک قرار دینا چاہیے اور اس کشن نے تین ملاقاتوں کو تین قرار دینے کو بدعت قرار دیا اور غیر اسلامی قرار دیا ہے وہ دیکھئے تبصرہ مولانا امین احسن صاحب ص ۱۱۱) انشاء اللہ تعالیٰ آپ بھالو اس کتاب میں یہ بحث پڑھیں گے کہ تین ملاقاتوں کو جو اگرچہ ایک ہی کلمہ اور ایک ہی مجلس میں دی گئی ہوں تین کہتے ہیں ہر قرآن مجید احادیث وال ہیں اور عبور صحابہ کرام اور ائمہ اور عبور صحابہ کرام کا اجتماع بھی اسی پر ہے اور اس کے مقابل میں علماء میں سے صرف چند نفوس ہیں جن کا ذکر چوتھے مقام پر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور اس وقت چند ضرورت زدہ حضرات اور آزاد خیال کچھ عمر میں ہیں جن

کے پاس دلائل کے بجائے فوسے شہادت ہیں اور بس۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمام دہشت طبع اور خصوصیت سے حضرات علماء کرام اس غلط نظریہ کی تکرار نہ کر دے اور قرآن و حدیث اور عبور صحابہ کرام اور عبور ائمہ کا ساتھ دیکھتے کہ کامیابی صرف اسی میں ہے مگر صدر نفوس ہے ان علماء پر جو اس نازک دور میں بھی بھانستے عبور قلت کا ساتھ دیکھتے کے لئے غریب و تنگ کی جیت سے غریبیت زدہ طبقہ اور آزاد خیال محفلوں کی تائید و تصدیق پر مکرر بہت ہیں خواہ اس چنانچہ مشورہ غیر متعلقہ عالم محترم مولانا محمد اسماعیل صاحب گرجا تھانوی نے جو آپ مرحوم ہوئے میں عالمی کشن رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عالمی قوانین کا مسودہ جب پہلے شائع ہوا تو عالمی کشن کے ایک ممبر مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے اس پر ایک اختلافی نوٹ لکھا جو نہایت متصل اور کئی صنعت پر مشتمل تھا عالمی قوانین میں حکومت نے ترقی طلبی تلاش کو جو بیک وقت دی جاتی ہے ایک شمار کر کے کا اشارہ کیا تھا مولانا احتشام الحق نے جو نوٹ لکھا وہ انتہائی عصیانیت سے عبور ہوا تھا مولانا احتشام الحق نے ایسے معقول اور مدلل قدم اٹھائے ہیں جن سے ہمیں اس کی امید زخمی الا

مولانا احتشام الحق صاحب نے تو انتہائی محامل غرضی اور معتدلیت کا ثبوت دیا کہ قرآن و حدیث اور عبور ائمہ کے نام کو سنبھالے رکھا ہے اور ملاقات میں یہ شخص جیہ کہ سب باب کی ہے اور پہلے روپ ملاقاتیہ کی تیسرے کا دھکا کر دیا کہ وہی ہے مگر ہزار در ہزار افواہوں کو ان مولانا جیسے ذیل پر ہے جو اپنی جماعت میں حاملہ فہم بھی سمجھتے تھے اور وسیع المشرب بھی مگر وہ تو انتہائی عصبیت کا شکار ہیں اور بھانستے عبور امت کا ساتھ دیکھتے وہ مکرر بہت زدہ طبقہ اور آزاد خیال بیگمیاں کا تقاضا فرماتے ہیں، انہی مجبوروں کی وجہ سے ہم نے نہایت سہل طریقہ پر یہ کتاب قارئین کو اطمینان سے پیش کرنے کی ہرأت کی ہے کہ وہ اس خلاصہ میں مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر نگاہ ڈال سکیں اور خود دیکھ لیں کہ حق کس کے ساتھ ہے اور دلائل کس طرف ہیں؟ اور ان کے شہادت کمزور و ضعیف اقوال اور غیر حروف شخصیتوں پر کون اعتبار دیکھ کر دیا ہے، مگر جو کہ جیت کسک دو طرفہ دلائل سے نہ آیا بلکہ اور ذات حقیقت کے سامنے نہیں

آئی اور سچ ہے۔

وبندہ ہاتھ تین الوشیہ

اس سکرپتوریا کو مدینہ شہر کے کچھ کچھ ایسا ہے۔ مگر مروج حدیث، کتب فقہ اور فقہاء ہیں اس پر خاص طور پر جو ہے اور زبان میں بھی اس پر بعض حضرات نے طعن کے دلائل جمع کئے ہیں جن میں بہترین رسالے حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب عظمیٰ دامت برکاتہم کے ہیں ایک کا نام الاعلام المرفوع ہے اور دوسرے کا اللہ ہار الملوحد ہے۔ پہلے آج سے تقریباً بیس سال قبل ان کا مسطور کیا ہے اور اس کتاب میں بھی ان کے بعض حوالے درج ہیں مگر ہماری دانست میں ان میں بعض پر تشکیک ہے، مگر دست چکی کہ ان کو بھی براہین کے ساتھ دیکھ کر کر دیا جائے اس بارے میں ہم نے حمدۃ الائمہ نامی رسالہ آج سے تقریباً بیس سال قبل لکھا تھا مگر بعض مجروروں کی وجہ سے طبع نہیں ہو سکا تھا جس کو اب ایک خاص ترتیب کے ناظرین کاظم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر کسی صاحب علم و صنعت مندرجہ بزرگ نے واضح دلائل سے ہماری غلطی پر ہمیں آگاہ کیا تو افتخار اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی اصلاح میں رہیں نہ ہوگا کیونکہ ہمارا مقصد تو صرف اصلاح ہے اور بس۔ اِنْ اُرِيدَ اِذًا الْغَيْبُ لَا يَكُنْ مِنْ عَمَلِ الْغَائِبِينَ

احقر

ابوالزہراء محمد رفیع قرظی

غلیبہ جامعہ لکھنؤ وندہ مسئلہ، مسموعہ صنفہ العظمیٰ محمد رفیع

۱۲ رمضان ۱۳۸۵ھ
۲۵ دسمبر ۱۹۶۶ء

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اُرْسِلَ بِالْبَرِّ
الْقَوِیْمِ اِلٰی حَافَظَةِ النَّاسِ مُشِیْرًا وَنَذِیْرًا ۝ فَحَقُّ بَصَرَةِ اللّٰهِ مَعَالِهِ الْحَقُّ
تَشْرِیْحًا وَتَفْصِیْلًا ۝ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَآذِلَاجِهِ وَجَمِیْعِ اَهْلِ الْیَوْمِ الْاٰتِیِّ
کَرَمًا کَثِیْرًا ۝ اَمَّا بَعْدُ

مذہب اسلام کی جامعیت

مذہب اسلام ایک نہایت جامع اور مکمل مذہب ہے جس میں انسان کی زندگی کے مختلف اور متنوع گوشوں پر سیر حاصل ہدایت موجود ہیں انسان اپنی زندگی کے کسی گوشہ اور کسی مرحلے میں کسی ایسی کچھ میں مبتلا نہیں ہوتا جس میں اسلام نے اس کی رہنمائی نہ کی ہو اور سخت مدد احوال اور اضائق و معاملات کے سبھی پہلوؤں پر حسب ضرورت روک تھامی ہو اس وقت دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں بنایا جاسکتا جو اپنی جامعیت میں اسلام کے ہم پیر ہو کیا اس کا عشر عشر بھی ثبات ہو سکے اور صداقت اسلام کو اس پر سنہ لو ہے، مگر لفظ دوس ہے کہ اس پر حق بہترین اور احسن مذہب کو مسلمان اہل تائید اور اس کے فائدے سے بھی چراتے اور شریعت میں جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مغربی تہذیب کی تحریک نے ان کے دل و دماغ کو مافوق اور انجیل کو تھیرو کر دیا ہے اور تو اہل تائید و امجاد کی آزمائی انہیں اسلام کی حدود و قیود پر پابندی پسنے کی راہ میں سخت رکاوٹ ڈال رہی ہے اور آگے دن اسلام کی منت ہی تعبیر کرنا اور تعبیر میں کی جاتی ہیں کو عقل و غیر داور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنے اور اسلامی اصول و فروع کو اس سچ پر ڈھالنے کے لیے خوشنما اور دگر بالفاظ اور تعبیر سے ملتین کی جاتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ فکر و تدبیر اور بھی ایک نعمت ہے مگر اسی حد تک جب تک کہ شریعت

کے مطابق جو ورد بقول علامہ اقبال مرحوم یہ ابلیس کی ایجاد ہے ۔
 مگر فخر خدا و دوست روشن سے زمانہ
 آنکھوں کی ایجاد

انسانی زندگی کے سفر میں ایک مرحلہ نکاح کا بھی آتا ہے جس پر قرآن و حدیث میں
 کھسے کھسے احکام اور اس کی ترتیب پر صریح ارشادات موجود ہیں کہیں اس کو نصف دین سے
 تعبیر فرمایا (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۵۹) اور کہیں تطہیر کے لیے اس سے اعراض پر سنت سے اعراض
 کرنے کی وعید فرمائی۔ (بخاری جلد ۵ ص ۵۵) اور کہیں یہ ارشاد ہے کہ ہر چیز میں حسنات انبیاء (کرام
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہیں۔ یہاں کہ تو بولو نگنا نہ نگنا کرنا اور سواک کرنا
 اور جامع الصغیر جلد ۱ ص ۳۵۷) جن امور میں تکمیل النیئت کے لیے ازدواجی زندگی کو ترجیح دینا
 دی گئی ہے اور جب نکاح کرنا اور شرعی دائرہ میں رہ کر میاں بیوی کا اگر تعلق مناسک الہی (القیاس
 سنت اور تکمیل النیئت کا ایک بہترین ذریعہ ہے تو اس تعلق کا قوت ناجی اسی دائرہ کا بہترین
 ذریعہ ہے اور جو گاہ جس قدر کہ وہ محبوب ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے
 ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال کی ہیں ان
 میں طلاق سے زیادہ محبوب اور کوئی چیز نہیں ہے (المجموع الصغیر جلد ۲ ص ۱۰۴) وقال حسن
 والامام جلد ۲ ص ۱۰۴ وقال المحاکمہ ص ۱۰۴ والامام جلد ۲ ص ۱۰۴ وقال المحاکمہ ص ۱۰۴
 اس سے معلوم ہوا کہ طلاق باوجہ و حلال اور جائز ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بخیر
 ترین چیز ہے اور اللہ تعالیٰ بلا وجہ طلاق پر راضی نہیں ہوتا اور حضرت گویا نے روایت
 ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت نے بلا کسی مجبوری
 کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کی خوشبو حرام کر دیتا ہے ۔
 والمجموع الصغیر جلد ۱ ص ۱۰۴ وقال حسن والامام جلد ۲ ص ۱۰۴ وقال المحاکمہ ص ۱۰۴
 صحیح علی شرطہما (اس صحیح اور صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ دوران شد مجبوری سے
 طلاق کا مطالبہ درست نہیں ہے اور ایسا مطالبہ کرنے والی عورت کو تشدید اور تہنید یا رشاد

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام کر دیتا ہے وہ جنت میں داخل ہو
 سکے مگر آخر انسان انسان ہے بعض ارشاد اور ناگزیر حالات میں غریب اسلام نے طلاق کی
 اجازت بھی دی ہے اور اس کی تہود و حدود بھی تعین فرمائی ہیں وہ رہا نیت میں موقوف بلکہ ہزار
 جز سہ طلاق میں سے کہ جو عکس کر لینے کا دستور بھی تھا مگر اسلام نے اس کی حد بندی کر دی اور
 بیوی کے غفلت ہونے کا تین طلاقوں میں انحصار کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (جس کا
 خلاصہ یہ ہے کہ طلاق دو دفعہ کی ہے اس کے بعد یا تو چوتھے طریقہ سے رکھنا مناسب ہے یا
 عذرہ طریقہ سے چھوڑ دینا اچھا ہے لیکن اگر اس کے بعد تیسری طلاق بھی گئی تو اسے وہ
 عورت اپنے سابق خاوند کے لیے حلال نہیں تا وقتیکہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے اور
 پھر وہ فوت ہو جائے یا اپنی مرضی سے طلاق نہ دے اور عذرہ گزر جائے) اس حد تک تو جامع
 الترمذین اور اہل اسلام متفق ہیں البتہ طلاق اور اس کے بعد رجعت کی بعض صورتوں میں کچھ
 اختلافات بھی موجود ہیں اس مقام پر صرف دو مسئلے بیان کرنا مقصود ہے جن کا اس رسالے
 تعلق ہے اور جن کے لیے یہ رسالہ عرض تحریر میں آیا ہے خواہ مخواہ کہ ہم ابلیس تا کہ بات دین نشین
 ہو سکے ۔

۱۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا ایک مجلس اور ایک مجلس سے تین طلاقیں دینا جائز اور
 سنت کے مطابق ہے یا خلاف سنت اور بدعت ہے ؟ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام بخاریؒ
 حضرت امام بیہقیؒ اور علامہ ابن عساکرؒ وغیرہ اس کو جائز اور سنت سمجھتے ہیں باقی حضرات بیک
 وقت تین طلاقوں کو غیر مستحسن بدعت اور مکروہ سمجھتے ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ تین طلاقوں کے
 وقوع میں کوئی شک نہیں واقع بہر حال تین ہی ہوں گی چنانچہ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہاں فقہ
 تین طلاقوں کا جمع کرنا جائز ہے (شراعی کے نزدیک حرام نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ تین طلاقیں
 الگ الگ تفریق کر کے دینی جائیں اور امام احمدؒ اور ابو القاسمؒ بھی اس کے قائل ہیں اور امام مالکؒ امام
 ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ (سب معہم) فرماتے ہیں کہ یہ بدعت نہ (شروع) مکمل بدعت
 ایس لوگوں کا یہ خیال ہے کہ میرے سے یہ طلاقیں واقع نہ ہوں گی کیونکہ یہ بدعت ہے اور جو

چیز خلاف ثبوت ہوا اس کا وقوع کیسے؟ اس گروہ کا ذکر حضرت سید ابراہیم اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک وقت تین طلاؤں کو جائز سمجھتے تھے وہ اپنے اسلام میں نص قرآنی بھی پیش کرتے ہیں چنانچہ علامہ ابو محمد بن جریر (المنوفی ص ۱۵۹) لکھتے ہیں کہ:

ثم وجدنا من حجة من قال ان الطلاق
الثلاث مجموعة سنة لا بدعة
قول الله تعالى قُلْ اِنْ كَانَ حُلْمُكُمْ فَادْعُوا
لَكُمْ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَسْمَعُوا لَكُمْ
هَذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلاثِ مَجْمُوعَةً
ومفرقة ولو يجوز ان يخص بعض
التيك ليعن ثالث دون بعض بغير
نص اه (مجموع جلد ۱ ص ۱۵۸)

گرماء نظر ابن جریر کے نزدیک جس طرح متفرق طور پر تین طلاؤں اس آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہیں اسی طرح تین اکٹھی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں اور جس طرح متفرق طور پر تین طلاؤں کے وقوع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور نہ ان کے مطابق سنت اور جائز ہونے میں کلام ہے بعینہ اسی طرح دفعہ تین طلاؤں کا حکم بھی اس میں داخل ہے اور اس کے سنت اور جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں اور ہر دوں کسی طرح نص کے تین متفرق طلاؤں پر اس آیت کریمہ کو منحصر کر دینا درست نہیں ہے کیونکہ نہ اسے احتمال سے نص کی طرح مخصوص ہو سکتی ہے نہ یا اس سے اس پر نوبت ہو سکتی ہے؟ اور ان حضرات کی طرف سے دوسری دلیل اس مدعی پر پیش کی گئی ہے کہ حضرت عمر بن ابی بن العاصی نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنی پوری خواہش پیش کی تو اس کے بعد:

قال عويص كذبت عليهما يا رسول الله
الله ان امسكتهما فخطبتهما ثلاثا وسلم اكره ان يكونا في رجلين

قبل ان يامر به النبي صلى الله عليه وسلم
وسلم - (بخاری جلد ۲ ص ۱۵۹) وسلم
جلد ۱ ص ۱۵۹ و نسائی جلد ۲ ص ۱۵۹

اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاؤں دفعہ وقوع ہو سکتی ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی انکار نہیں فرمایا اگر تین طلاؤں دفعہ تین طلاؤں اور قطعاً حرام ہوتیں تو آپ اس پر ہرگز خاموشی اختیار نہ فرماتے بلکہ اس کو منع فرماتے (حسن الحکمی ص ۱۲۲) اور امام بخاری نے اس پر باب من حوز الطلاق الثلاث اور امام نسائی نے باب البیعة فی ثلاث قائم کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ایک وقت تین طلاؤں دینا صحیح جائز نہیں اور تین کی نصرت واجباً نہ ہے اور بھی اس سلسلہ میں کئی روایات ہیں مگر ہمارا مقصد تمام دلائل کا ذکر کرنا نہیں بلکہ محض بات کو واضح کرنا ہے تو حضرت ایک وقت تین طلاؤں کو جائز سمجھتے ہوئے بھی اس فعل کو مکروہ اور غیر مستحسن وغیرہ کہتے ہیں ان کے لیے جو ان کی دلیل تو یہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور اس کے غیر مستحسن اور مکروہ وغیرہ ہونے کے لیے وجہ شکر محمود بن لبید کی روایت پیش کرتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم
عن رجل طلق امثلاثه ثلاثاً تطليقا
جميعاً فقام غضبنا ثم قال ايلعب
بكتاب الله واناب بين اظهركم
حتى قام رجل وقال يا رسول الله
اقتله؟ (نسائی جلد ۲ ص ۱۵۹)

عناظر ابن القیوم (المنوفی ص ۱۵۹) فرماتے ہیں اسناد علی شرط مسلم اور زاد المعاد جلد ۱ ص ۱۵۹ کہ اس کی سند علم کی شرط پر صحیح ہے اور علامہ ماروقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث، بسند صحیح ہے (الموسم ص ۱۵۹) (عناظر ابن القیوم ص ۱۵۹) اسناد حبیہ کو ابو ذریہ الاوطی جلد ۱ ص ۱۵۹

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں روایت موقوفہ و موقوفہ المرام ۳۳۲ مع مبل السلام جلد ۳۲
اس میں روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عقیل بن ابی ریحان و ابی ہریرہ اہل بیت ہیں۔ اور
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا رد کیا ہے پختہ نارض ہوئے اور میں ارشاد
فرماتے کہ میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتابت کبھی جاری نہیں ہونے لگی ہے بلکہ آپ نے باوجود نارضگی کے
ان باتوں کو اس پر نافذ کر دیا ہے کہ حضرت عقیل کی حدیث میں ہے کہ آپ نے بیڑوں کو نافذ
فرمایا تھا چنانچہ حافظ ابن القیم حضرت عقیل بن ابی ریحان کی اس مذکورہ روایت کا حوالہ دے کر کہ فرماتے
ہیں (اصل عبارت قاضی ابوبکر بن العربی کی ہے) کہ حافظ ابن القیم نے اس کا رد نہیں کیا۔
فہم یردہ المتنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن ہلاکوں کو
بل امتناہ و کما فی حدیث عویمر۔ رد نہیں کیا بلکہ ان کو نافذ فرمایا اور یہیے کہ عقیل بن ابی ریحان
العیلی فی اللسان حیث امضی طلاقہ کی اہم دلی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس کی بیعت کی
الثلث و لہ یردہ تہذیب سنن۔ کہ تہذیب سنن اور رد نہیں کیا۔

ابن داؤد جلد ۳ ص ۳۹ طبع مصر

اور ابوداؤد جلد ۳ ص ۳۲ میں حضرت سلمان بن سعد کی روایت میں ہے۔

فطلقہا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ علیہ وسلم کے سامنے جو کہ تین طلاقیں دے دیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اور آپ نے ان کو نافذ کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں کو آپ نے جاری اور نافذ کر دیا تھا لیکن غیر محض ہونے
کی وجہ سے نافذ نہیں کیا گیا بلکہ ان کو رد کر دیا اور ان کا کچھ اعتبار بھی نہ کیا گیا کہ
بعض کہانہ جو کہ کوشہ ہوا ہے۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے مجھ کو ابن ابی ریحان
کی حدیث میں یہ لفظ بھی یاد کر ڈالے ہیں و امتناہ علیہ و لہ یردہ اور یہ موضوع میں کچھ
حدیث کی کسی کتاب میں یہ مذکور نہیں اور تامل نے فرط تسلید کی وجہ سے یہ الفاظ اپنی طرف سے
زائد کر ڈالے ہیں و خلاصہ (الفاصلۃ جلد ۳ ص ۳۹) مجھ سمجھ کر استدلال اس طرح

نہیں کہ حضرت عقیل کی حدیث میں یہ لفظ موجود نہیں بلکہ ان کا استدلال باس طرح ہے کہ ابوداؤد
۳۱ ص ۳۲ کی روایت میں ہے حضرت سلمان بن سعد کی روایت میں ہے کہ حافظ ابن حجر
فطلقہا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانفذہ رسول ہی اس کو تین طلاقیں دے ڈالیں وہ آپ نے ان کو
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث نافذ کر دیا۔

اس روایت کے باقی سامنے راوی تھے ہیں مختلف ہے کو علی بن ابی حمزہ و ابی ہریرہ و ابی
سہام ابوہریرہ فرماتے ہیں میں یس بالقوی۔ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن وہب سے ایسی
روایات بھی نقل کی ہیں جن میں نظر ہے کہ انہیں بن عباس نے فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ وہ بخاری الحدیث ہے لیکن امام ابن حبان اور امام ابن شاذلی اس کو
ثقات میں لکھتے ہیں اور امام ابوصالح فرماتے ہیں کہ ثبت لہ بالحدیث شان کبھی فی
حدیث شیعہ اور یہ مسلم۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ کا راوی ہے (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۳۹)
امام ابوداؤد اور علامہ منذری اس روایت کو نقل کر کے دونوں اس پر سکوت کرتے ہیں اور
ضعیف کا کوئی حکم اس پر نہیں لگاتے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت
قابل اعتبار ہے اور امام خطابی معاملہ السنن ص ۳۲ میں اس روایت کے ضمنی معانی لکھتے ہیں
فرماتے ہیں مگر اس پر ضعف کا کوئی حکم نہیں لگاتے گویا ان کے نزدیک بھی یہ روایت قابل
اعتبار ہے۔

اور امام خطابی تصریح کرتے ہیں کہ موضوع یہ مقبول اور محمول ضعیف حدیث کی قسم میں۔
و کتاب الی داؤد خلی منہا یردہ من جملہ اور امام ابوداؤد کتابہ موضوع وغیرہ سے بالکل نفی
وجوہہا الخ ص ۳۱۔

گویا امام خطابی کی تحقیق کے روشے ابوداؤد میں کوئی روایت موضوع نہیں ہے علاوہ
ان میں اگر یہ الفاظ بھی بولے تب بھی چھوڑ کر استدلال واضح ہے وہ بول کر باوجود آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملامت کے اس روایت کو کھجوا ہے وہ تین کا وقوع

سہ اور اہم نسائی وغیرہ نے باب بھی ہی قائم کیا ہے۔ اور خود ابن القیم کی سابق عبارت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی سمجھئے جیسے بحالت حیض اپنی بڑی کو طلاق دینا ممنوع اور خلاف سنت ہے مگر جو رائے اسلام کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے وہ بہرہ العینہ علیہ السلام و عالم السنن جلد ۲ ص ۹۱، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی تھی اور اس طلاق کا اعتبار کیا گیا تھا (بخاری جلد ۲ ص ۹۰ و مسلم جلد ۴ ص ۴۷ و نسائی جلد ۲ ص ۱۰۸ و الشافعی ص ۱۷۱ و سنن ابی یزید جلد ۱ ص ۲۱۱ و دارقطنی جلد ۲ ص ۱۱۱ و جامع المسانید جلد ۱ ص ۱۱۱) نیز حضرت ابیہ الگ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجوہرہ کا حکم دیا اور شادی و نکاح کے زمانہ میں جو عیادت نکاحی ہو اس کو طلاق دینا (بخاری جلد ۲ ص ۹۰ و مسلم جلد ۴ ص ۴۷) وغیرہ (خاندنوں اور راضیوں کا حق یہ ملک ہے ہی کہ حیض کی حالت میں لگائی طلاق واقع نہیں ہوتی) (معالم السنن جلد ۲ ص ۹۱) مگر حیرت سے اہم ابن حزم، حافظ ابن قیم، اور علامہ ابن القیم وغیرہ پر کہ وہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق کو لازم قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو علی الترتیب علی جلد ۱ ص ۱۱۱ و فیض الباری جلد ۱ ص ۱۱۱ و زاد المعاد جلد ۲ ص ۱۱۱ اور بل السلام جلد ۲ ص ۱۱۱ میں بھی ثبوت حضرات کا ذکر ہے اور ان کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ بحالت حیض طلاق دینا جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے، اور جب یہ ممنوع اور قاطعاً نہ ہے تو اس پر طلاق کا شرعی حکم کس طرح مرتب ہو سکتا ہے؟ مگر یہ دلیل ایک شبہ سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اولاً اس لیے کہ یہ دلیل اور قیاس نفس کے مقابلہ میں ہے اور اس کی کوئی وقعت نہیں، ثانیاً کسی چیز کا ناجائز اور ممنوع ہونا اپنے مقام پر ہے اور اس پر شرعی حکم کا ترتیب اپنی جگہ پر ہے کون نہیں جانتا کہ زنا و زنا بوجہی قتل اور ڈاکو وغیرہ قتل و غارت کے نزدیک بڑے سنگین گناہ ہیں مگر ان پر شرعاً احکام بھی مرتب ہیں اور ان کو قتل ناحق اور ڈاکو کی بعض صورتوں میں اپنی شرائط کے ساتھ قتل کا حکم ہو گا اور شرعی ثروت کے بعد چوری میں ہاتھ کا ناجائز لگانا اور زانیہم اور کوروں کی نوبت آئے گی تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ چونکہ یہ جگہ افعال ناجائزہم اور ممنوع ہیں لہذا ان پر شرعاً کوئی حکم اور سزا ہی مرتب نہ ہو؟ اپنی منکوہ بیری کو حرمت ابدیہ میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینے کو شریعت کی اصطلاح میں قمار کہتے ہیں اور

اس کو اللہ تعالیٰ نے ناپید کردہ بات اور محو سے قلعہ فرمایا ہے مُنْكَرًا مِنْ الْقَوْلِ وَ زُورًا مگر بایں جہاں اس پر ایک شرعی حکم مرتب ہو سکے جس کو کفارہ نکاح کہتے ہیں نہیں کر سکتے ممنوع اور یہ کوئی حکم ہی مرتب نہ ہو (طحاوی جلد ۲ ص ۹۱ و زاد المعاد جلد ۲ ص ۱۱۱) اور وقت ممنوع ہے مگر عدلہ ردۃ الشہادت کا حکم اس پر بھی مرتب ہے (زاد المعاد ص ۱۱۱) یہ تو صرف ایک سطحی قسم کی منطوق ہے، اسی طرح سمجھئے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا ممنوع ہے مگر اس پر حکم نہ مرتب ہو گا اور اسی طرح جن حضرات کی تحقیق کے دوسرے قین طلاقیں ایک وقت مکروہ اور غیر مستحسن ہیں، بہر کیف وقوع اور ترتیب ان کا بھی ہو گا اگرچہ اس فعل میں کراہت بھی شامل ہوگی۔ اور دوسرے قین طلاقیں دینا بلاشبہ عیادت اور حماقت کا کام ہے مگر واقعہ یہی ہوا کہ چنانچہ امام احمد بن حنبل (المترقی ص ۱۱۱) فرماتے ہیں کہ

ومن طلق ثلاثاً في لفظ واحد فقد جسد شخصاً من كبريتين ثلاثين طلاقاً من جسد واحد وحرم عليه زوجة واحدة تریہ حکم اس نے عیادت کا انکباب کیا مگر اس کی تحمل لہذا احتی تنکح زوجاً غیرہ الخ بوری اس پر ہم بوجائے گی اور اس کے لیے وہ کبھی (کتاب الصلوة ص ۱۱۱ طبع قاہرہ) طلاق نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ وہ کسی اور مرتبہ نکاح نہ کرے

۲۔ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ ایک مجلس اور ایک کلمہ میں جو تین طلاقیں دی جاتی ہیں ان کا شرعی کیا حکم ہے؟ آیا وہ واقع ہو جاتی ہیں یا نہیں؟ ایک واقع ہوئی ہے یا تین؟ اس اختلاف کو حافظ ابن القیم نے بول بیان کیا ہے۔ اور بہر حال دوسرا مسئلہ ایک کلمہ سے تین طلاقیں کے واقع ہونے کا ہے سو اس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، اور اس میں پانچ مذہب ہیں، پہلا مذہب یہ ہے کہ تینوں ہی واقع ہو جائیں گی، حضرات ائمہ اربعہ (حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل) جمہور تابعین اور اکثریت سے حضرات صحابہ کرام کا یہی قول اور مسلک ہے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاقیں سرے سے واقع ہی نہ ہوں گی بلکہ رد کر دی جائیں گی کیونکہ کبھی تین طلاقیں دینا چوتھ اور اہم ہے اور بدعت مقرر ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر جہاد اور جدوجہد ہو تو وہ کلام اور عمل میں مردود ہے۔ امام ابو محمد بن حزم نے (معین سے) یہ نہ سب لکھ لیا کہ امام احمد سے بھی ابن حزم نے یہ مذہب نقل کیا ہے لیکن پھر انہوں نے انکار کیا ہے کہ امام احمد کا یہ مذہب ہو اور کہا ہے کہ یہ رافضیوں کا قول ہے، ایسا نہ مذہب ہے کہ ان تین طلاقوں سے ایک زوجی طلاق پڑے گی اور یہ حضرت ابن عباسؓ سے ثابت ہے (حضرت ابن عباسؓ سے صرف غیر منقول ہوا کے بارے میں یہ ثابت ہے، منقول ہوا کے بارے میں ہرگز کسی صحیح سند کے ساتھ ان سے یہ ثابت نہیں ہے، لہذا ان سے مطلق ثبوت کا قول بالکل غلط ہے، بحث آگے آئے گی، انتشار اللہ تعالیٰ، حضرت امام داؤد نے ان کا یہ مذہب ذکر کیا ہے (حضرت ابن عباسؓ سے قبل ان میں دخل ہوا کی قید سے روایت بھی ابو داؤد جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے اور اصول حدیث کے نوے مطلق روایت ہیں اس قید پر نہ یا تو کوئی نظر رکھیں جیسے گا۔ حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؓ کا مذہب ہے فرماتے ہیں کہ جو تین طلاق میں سے ایک نے شت کی مخالفت کی ہے، لہذا اس کو شت کی طرف لوٹا جائے گا ان کی بات متفق ہوئی اور عکبرہ اور طاہرین کا بھی یہی قول ہے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ چوتھے مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس عورت کو یک وقت تین طلاقیں دی گئی ہوں جس سے شاذ و بے عمد تری کر چکا ہے تو وہ تین ہی منہ و وارہ واقع ہو جائیگی اور اگر اس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں جس کے ساتھ فائدہ نے ابھی تک جو تری نہیں کی تو اس کے حق میں تین طلاقیں ایک ہوگی اور حضرت ابن عباسؓ کے اصحاب میں سے ایک گروہ کا یہی قول ہے اور امام محمد بن نصر المروزیؒ نے اپنی کتاب اختلاف العلماء میں یہی قول امام احمد بن حنبلؓ کے راویوں کا بھی نقل کیا ہے ابو داؤد المعاد ص ۱۷۷ طبع ۱۳۸۵ھ اور اعلام المؤمنین ص ۲۳۷ سے ص ۲۴۱ تک اس مسئلہ پر کافی بحث، انہوں نے کی ہے اور اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ ص ۱۳۷ طبع ۱۳۸۵ھ میں بحث کی ہے۔ ان حضرات کے دلائل و براہین نہایت اختصار کے ساتھ نقل کر کے تعالیٰ اپنے مقام پر بیان ہوں گے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر چند اور حوالے بھی عرض کر دیے جائیں تاکہ محل نزاع کی کھین میں کوئی الجھن باقی نہ رہے۔ حافظ ابوالولید محمد بن احمد

المعروف باہن رشد المائیدی والمتوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ کثرت و اطراف اور بیرونی کے جوہر فقہاء کو فرماتے ہیں کہ ایک گھر سے دی گئی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس کے بعد عورت حرام ہو جائے گی جیسے تیسری طلاق کے بعد حرام ہو جاتی ہے، اور اہل ظاہر اور ایک گروہ یہ کہتے ہیں کہ صرف ایک طلاق واقع ہوگی (بدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۲۷۷ حضرت امام ابو ذرؓ کا بھی بن شرف المروزی الشافعی والمتوفی ۵۶۶ھ) لکھتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو لکھا کہ تو مجھ پر تین طلاق ہے تو امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اور جہرہ و سلفہ خلعت کا یہ مذہب ہے کہ تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی حضرت طاہرینؒ اور بعض اہل ظاہر فرماتے ہیں کہ صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور حجاج بن ارطاة اور محمد بن اسماعیلؒ سے بھی یہی مروی ہے و شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۶۹، امام ابو الزکریاؒ عبد السلام ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ ایک گھر سے دی گئی تین طلاقیں کے واقع ہونے پر جماع ہے (منتقى الاشیاء ص ۲۳۷) ابن تیمیہؒ جلد ۱ ص ۲۳۷ اور حافظ ابن حجرؒ عبد الحلیم ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) جمہور کا مسلک یہ نقل کرتے ہیں کہ

ولما ثبت عندہ عن ائمة الصحابة اور جب ان کے نزدیک ان صحابہ سے ثابت انہم الذی صواب الثلاث المجموعۃ قالوا ہے کہ انہوں نے تین مجموعی طلاقوں کو لازم قرار دیا ہے لایملیون بذلك الا وذلك مقتضى تو وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صحابہؓ کا یہ قول ہے تو بلا دلیل الشرع واعتقد طائفة السیوف هذا شرعی اب نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی کہے کہ اس وقت الطلاق وان ذلك لجماع لکونہم لم کیا اور یہ ان کے نزدیک جماعی ہے کہ یہ جماع کے بعد یعملوا خلافا ثابتاً اور فتاویٰ میں ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور کے علم میں اس اجماع ثابت کے خلاف کوئی اور بات نہ تھی۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) لکھتے ہیں کہ۔

خطاب عمر رضی اللہ عنہ بذلك حضرت عمرؓ نے سب لوگوں سے اس بات پر التماس جمیعاً وفیہ اصحاب رسول خطاب فرمایا اور انہیں جواب دہرل اللہ علیہم اجمعین

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و
رضی اللہ عنہم الذین قد علوا
تقدم من ذلک فی زمن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم یکنہ
علیہ منہم منکر ولم یذہبہ
کان ذلک اکبر الحجۃ فی نسخ ما تقدم
من ذلک لانه لما کان فعل اصحابنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حیثما فعلوا علیہ الحجۃ کان کذلک
ایضا لاجماعہم علی القول لاجماعہم
بہ الحجۃ وکما کان اجماعہم علی النقل
برشیا من الوہم والزلل کان کذلک
اجماعہم علی الرئی برشیا من
الوہم والزلل (شرح معانی الآثار ص ۲۶)

اس سے ثابت ہوا کہ اس سلسلہ پر حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اجماع ہو چکا تھا
اور وہ بھی حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں لیکن کسی ایک نے بھی اس اجماع سے اختلاف
نہ کیا اور نہ کسی منکر نے اس کا انکار کیا اور حضرات صحابہ کرامؓ کا قوی اور اعلیٰ دونوں قسم کا اجماع
ایک واضح حجت ہے۔

حافظ ابن حجر حنفی الشافعی (المتوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

تقریباً اور اسی طرح تین طلاقوں کے تین ہونے پر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں
اتفاق و اجماع واقع ہو چکا تھا اور ان کا اجماع خود اس امر پر وال ہے کہ ان کو نسخ کا علم
ہو چکا تھا۔ اگرچہ اس سے پہلے بعض کو اس کا علم نہ ہو سکا ہو۔ اب جو شخص اس اجماع کے

بعد اس کی مخالفت کرے گے تو وہ اجماع کا منکر اور اس کا تارک ہے اور جو اس کا اتفاق ہے
کہ اجماع کے بعد اختلاف پیدا کر نامردو ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۲۹۳)

حافظ محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام الحنفی (المتوفی ۸۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ
جمہور حضرات صحابہ کرامؓ اور ان کے صحابین کا یہی مذہب ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی۔
رفیع الثمر جلد ۲ ص ۱۸ طبع مصر اور اس پر وہ حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کرتے ہیں ان کے
عقدہ بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی البعلی الحنفی (المتوفی ۷۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ
تین طلاقیں جو بیوی کو ہوسری سے پہلے دی جائیں یا بعد کو دی جائیں دونوں صورتوں کا حکم
انہ دونوں کے نزدیک ایک ہی ہے یہ کہ وہ بیوی اس خاتمہ پر حرام ہو جاتی ہے وہ وھول
اکثر العلماء اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ (مختصر الفتاویٰ المصریہ ص ۲۴)

حافظ ابن العیثم لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور ان کے پیشوا حضرت عمرؓ نے جب
وہ حکم کر لوگوں نے طلاق کے معاملہ میں دس تین طلاقیں سے کہ حاکمیت کا ثبوت پیش کرنا شروع
کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ راشدہ اور ان کے دیگر رفقاء کی زبان پر شروع اور تہذیب کے
زور سے یہ حکم جاری اور جاری کر دیا کہ جو بیوی لوگوں نے پہلے اپنے لازم کر رکھی ہے اس کا اجراء
اور فساد کر دیا جائے (اعلام الموقعین جلد ۲ ص ۲۴)

حافظ بدر الدین محمد بن احمد العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا
جن میں تابعین و اتباع تابعین اور بعد کے حضرات شامل ہیں یہ مذہب ہے کہ تین طلاقیں
تین ہی ہوں گی اور یہی امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ،
امام احمدؒ امام حنفیؒ، امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا مذہب ہے۔ (مختصر الفتاویٰ ص ۲۴)

اور علامہ محمد عبد الرحمن دمشقی الشافعی (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ اگر وہ بعد
کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو نجاست حیض طلاق دی گئی، مگر جب کہ اس سے
بہتری ہو رہی ہو یا ایسے طریق طلاق دی گئی ہو جس میں اس سے جماع کیا گیا ہو تو یہ کاروائی
نقص ہے۔

اَللّٰهُ لَقَدْ وَكَّلَ ذٰلِكَ جَمِيعَ الْخُلَاقِ مَكْرًا لِّذٰلِكَ طَلَقَ رَاقِعٌ يُّوْحَاكِيهِ اَوَّلًا اِسْمًا طَرِيقًا
الْاَلُوَّةُ مَحْصُومٌ وَيَقَعُ اَمْرٌ رَّجْعَةً اَلَمَّةً يُّنَاقِشُ قِيَمَ طَلَقٍ نَّاجِيٍّ كَرَامًا يُّحْسِنُ حَسَبًا يُّهَيِّجُ لِيَكُنْ رَاقِعٌ
مِيزَانُ الشَّعْرَانِي جُلْد ۲ مَكْرَطٌ طَبْعٌ مِصْرِي يُوْحَاكِيهِ

حافظ ابن القیم کہتے ہیں کہ امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن ابراہیم رحمہ اللہ فیہ المثلثی نے
کتاب الزمان البکیر تصنیف فرمائی ہے اور اس جیسی کتاب اس باب میں تصنیف نہیں
کی گئی اس کتاب میں موصوف لکھتے ہیں کہ۔

الجہود من العباد علی اندہ یلزمہ الثلث جہود علماء اس پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں اس پر لازم
وہ القضاء وعلیہ الفتویٰ وہو الحق ہیں جو فی حدیث ہے اور اسی پر تہمتی ہے اور یہی حق ہے
الذی لو شک فیہ الملو (اغاثۃ جلد ۳۲) جس میں کوئی شک نہیں۔

امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی الماکنی (المتوفی ۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں کہ۔

والجہود علی وقوع الثلث بل حکای ابن جہود تین طلاقیں کے وقوع کے تین ہیں بلکہ ابن یونس
عبد القہر الاجاع قائمہ ان خلافہ شاذ لا نے یہ کہتے ہوئے اس پر جامع نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ
یشتت الیہ انتہی ذرقانی شرم مطاۃ طبع مصر) قول ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا۔

اس سے ثابت ہو کہ جو امور اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی
اور اس اجماع کے خلاف قول شاذ ہے جس کی طرف تھکا و اٹھانے اور التفات کرنے کی یہی
ضرورت ہی نہیں ہے۔

امجدل العین عبد الرحمن السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ مقلدین اکثر اربعہ
کا یہی مذہب ہے کہ جو تین طلاقیں دفعتہ وی جائیں تو وہ تین ہی ہوتی ہیں۔ (مجلس سادہ
المختار ص ۵۶ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن) علامہ امیر عیانی محمد بن اسماعیل (المتوفی
۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں کہ اہل مذہب اربعہ اس امر پر متفق ہیں کہ نگاہ تہ تین طلاقیں وی جائی
ہیں یعنی ایک ہی کلمہ سے یا ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں وی جائیں۔ تو وہ تین ہی
ہوتی ہیں۔ (رسل السلام جلد ۲ ص ۲۱۵ طبع مصر) اور یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت

ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کا یہی مذہب ہے، اور حضرت علیؓ سے بھی ایک روایت یہی ہے
کہ صحیح روایت یہی حضرت علیؓ سے ہی ہے۔ اور یہی مذہب حضرت عثمانؓ کا نقل کیا گیا
ہے تعلیق المغنی ص ۳۲) اور فضلاء اربعہ اور موسسات و فہم کا یہی مذہب ہے (رسل السلام ص ۳۱۸)
اور حافظ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں کہ جو کہ یہی مذہب حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت
عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ
حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ حضرت عثمانؓ بن جمہؓ حضرت خیر بن شجرہؓ حضرت جابر بن عبد اللہؓ
کا نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ باعین کا تو کچھ شمار ہی نہیں ہے (اغاثۃ المدفون جلد ۳۲ طبع مصر)
اور اسی طرح حضرت البرہہؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا یہی یہی مذہب نقل کیا ہے
وہ لفظ سول علی الترتیب اغاثۃ ص ۳۱۸ و ص ۳۱۹) پھر کہے لکھتے ہیں کہ۔

وذلك الاجماع علی وقوع الثلث بل حکای ابن جہود تین طلاقیں کے وقوع پر تین ہیں بلکہ ابن یونس
بن المحدث والیونیکو الدزلی وهو ظاہر اور امام ابو یوسف الزرقانی نے اجماع نقل کیا ہے اور امام احمد
کلام الامام احمد (اغاثۃ المدفون ص ۳۱۸) میں منقول ہے کہ امام احمدؓ کا یہی مذہب ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابن العزلیؓ اور ابو یوسف الزرقانیؓ امام ابن عبد البرؓ کی طرح
اس مسئلہ پر اجماع نقل کرتے ہیں۔

علامہ سید اکوسی الحنفی (المتوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدہ کرمہؓ کا اس پر
اتفاق ہو چکا ہے تو یہ کسی شخص کے نزدیک نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ جو علماء کا یہی اسی پر اتفاق
ہے (رد المحتار ص ۳۱۸)

اور قاضی محمد بن علی الشافعی (المتوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ جو باعین اور حضرت
سیدہ کرمہؓ کی اکثریت اور اکثر مذہب اربعہ اور اہل بیت کا ایک طائفت میں حضرت زید بن
علیؓ بن ابی طالبؓ بھی ہیں یہی مذہب ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں میں نہیں لادھا (ص ۳۱۸)
مشہور غیر متفقہ علم مولانا شمس الحسن صاحب (المتوفی ۱۲۵۰ھ) لکھتے کہ امام ابو یوسف اور جو
علماء اسلام کا یہی مذہب ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں ہیں۔ (عنون المعبر جلد ۲ ص ۲۱۹)

والتعقین الغنی علیہ السلام (۳۴۳) اور لطف: اے لطف سے کہ مشور ظاہری محدث امام ابو
نحوہ بن حزمہ بن قین ثلاثی کے وقت کے قائل ہیں (ملاحظہ ہو علیہ السلام: ۲۰۶)
اور حافظ ابن القیصر کہتے ہیں کہ۔

وَقَالَ لَهُمُ الْوَلِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْمٍ فِي ذَلِكَ قَالِيبًا جَمَعَ الشُّعْرَةَ وَارْتَقَبَهَا أَمْرًا غَاثَةً الْإِبْطَانُ جِدَّةُ امْتِنَانٍ

اور غلاموں کے ساتھ امام ابوحنیفہ بن حرم نے، میں نے سب سے پہلے کہا کہ یہ سب کو بنو عمر بن حرم کے ہاتھ میں رکھیں، میں ان لوگوں کے جمع کرنے اور ان کے وقوع سے بچانے کے لئے تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جملہ اہل مذاہب حضرات بھی تین ملائقوں کے عدم وقوع پر متفق نہیں ہیں اور علماء اہل مائتہ ائمہ کے اس نظریہ کے مخالف ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ ہمارے استاد محترم حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے دادا ابو البرکات بن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی کلمی طوہر پر (یعنی بلا کلام رسن) تین ملائقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دے لیتے تھے (لیکن ان کا اپنا اجماع کا حوالہ اس کے خلاف پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ مفسدہ) اور انہوں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے بعض اصحاب بھی تین کے ایک ہونے کا فتویٰ دیتے۔ مالک کیوں کہ قول کے بارے میں اختلاف پہلے بیان کر دیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں شیخ عبد اللہ احمد المالکیؒ اپنی کتاب تریخ فیہ فی تہذیب کا قول کرتے ہیں کہ ہمارے داعیوں کے نزدیک بھی ایک قول پر چکر لگ کر انھیں ایک کر کے ساتھ برحق قرار دینے سے انکار ہو گیا۔ اور انہوں نے یہ بیان کیا کہ کتب داعیوں نے بیان میں خود رد کیا۔ ان کا قول خبر ابو یوسفؒ تین ملائقوں کی جتنی بھی لازم اور ضروری ہے وہ وہاں علیحدہ سے (مصحح مالک) بات ہے۔ ہمارے مذہب کے ساتھ کتب کے خلاف قول کیا جاتا ہو سکتا ہے۔ یہ کہ وہ قول ابو یوسفؒ نقل ہے بھی جس کی بنا پر بعض شیعہ نے قرآن سے متعلق ہیں مزی شیعہ کا یہی اعتقاد ہو سکتا ہے، اور ہر دور و دھس ایسی حضرات جو کہ تین ملائقوں کو ایک قرار دیتے ہیں ان کی طرح کی مشورت و رجوع ضرورتاً خصوصیت میں ہی نہیں، حافظ ابن قیمؒ اور مولانا علی گھوٹکیؒ نے حضرت امام مالکؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ قرآن طائیف واقع ہے جو اپنی آغا و عدا متفق اور عاشقہ شرح وقایہ علیہ السلام کے مستند قطب اور مفتاح اہل بیت ہے جو کہ امام مالکؒ خود اپنی کتاب میں لکھا ہے ۱۱۸۹ھ میں تین ملائقوں کو تین ہی قرار دیتے ہیں بلکہ بعض کتب میں بھی یہی قول نقل کرتے ہیں۔ (موسم عالم، مکتبہ مدنی، ترقی سہ ماہی)

صحاب ایں سے محمد بن قنابل جو اس کے اصحاب کے تیسرے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں قنابل کا ایک کھنڈہ کے نال قنابل (مخاض) میں تیشہ یعنی محمد بن قنابل کا ذکر کیا ہے فتاویٰ ص ۱۶۴) اور اصحاب امام احمد سے اگر اسناد محمد بن علی کو پہنچے وہاں ہیں جو کسی وقت قنابل کے ایک ہونے کا فتویٰ دے دیا کرتے تھے تو بابت نہ ہر لے ۔

والد فاء اقت علی نقل احد منهم ورنہ میں خبیثوں میں سے کسی کی نقل پر آمنا نہیں ہوسکتا۔
انتہی (مغائۃ جلد ۱ ص ۲۲۷)

ہاکیوں میں سے کسی کا قول کسی حلیہ پر ایسے منتقل نہیں مفضل اور حکایت ہی ہے کہ نقل کے فتویٰ دیا اور نقل نے یہ کہا اور حلیوں میں صرف مجھ میں نقل کا نام لیا گیا ہے۔ یہ معلوم ان کا صحیح قول ہے یہ بھی مانتا ہوں؛ اگر ہے بھی تو قصور احادیث اور خود امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں ان کی ذہنی رائے کی حیثیت رکھتی ہے؛ اور حلیوں میں ابوہریرہ کا نام نہیں بخیر علامہ کسی ایسے قول پر اختلاف ان الفیضہ بھی باوجود وسیع النظر ہونے کے مطلق نہیں ہونے کے تو قصور اپنے حلال و حرام کے مسئلہ میں محمود کا راسن چھو کر بعض شاذ اقوال اور غیر معصومہ کو ذکر کیا یہ مقام جو حکایت ہے؛ اور خصوصاً واجب کہ بحوالہ یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں تمام صحابہ کا یہ حکم اس پر اجراء ہو گیا تھا۔

حضرت مولانا امین احسن صاحب اصلاحی (حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی تائید کرتے ہوئے) جس کا ذکر پہلے مقام پر ہو گا، انشاء اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

اور حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا دروازہ بنا دیا کہ جس کو بند کر دیا جائے
تو اس وجہ سے تمام جہاں کے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور اس پر ایک عظیم راشد کی رہنمائی
میں تمام اہل علم کا اجتماع ہو گیا۔
وہاں کی کچھ نہ بھولتے ہوئے پتھر صوفیہ

ایک مجلس کی تین طاقتوں کے بانی جو نے پرنہ صرف چاروں ائمہ متفق ہیں بلکہ اکثر صحابہ کرام و تابعین و ائمہ و فقہاء متفق ہیں یہی مذہبِ خلفائے راشدین میں سے

حضرت عثمان غنیؓ کا ہے یہی مذہب حضرت علیؓ کا ہے اور سب کے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یہی مذہب خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے جن کی روایت کی بناء پر کچھ نے اس مذہب کو بدعت و ضلالت قرار دیا ہے، قابل ذکر لوگوں میں سے ایک ابن جریرؒ دیر گزرا ہوا کافر و جہم ہے، علامہ ابن حجرؒ کے ساتھ میں جیسا کہ بحوالہ بحث کہنے لگی اللہ تعالیٰ صمد (اس کے مخالف ہیں اور متاخرین میں سے انہیں تیسرے اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اپنی دونوں جلیل القدر بزرگوں کی مخالفت نے اس مخالفت مذہب میں ایک جان ڈالی نیز اس کے خلاف کوئی ایسی آواز مسلت باطلت میں موجود نہیں تھی جس کو کوئی خاص اہمیت حاصل ہو، ہمیں اہل ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت رکھتا ہوں، ہم اس عنوان پر امت و اور شاگردوں کی تحریج تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد میں نہایت اوس کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ کتاب و سنت کی مدد سے یہ مذہب مذہب اپنے اندر زیادہ قوت رکھتا ہے اور دینی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ ص ۱۷۱

اور نیز لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس معاملہ میں صحیح راہ یہی ہے کہ مسکت مہر کے خلاف کوئی قانون بنانے کی طاقت نہ کی جائے اللہ حد ۱۷۱

اجماع حضرات صحابہ کرامؓ
اجماع حضرات صحابہ کرامؓ ایک اگساوڑ مستقل حجت اور دلیل ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ۔

ان اهل السنة والجماعة متفقون على ان يثبتوا السنة والجماعة اس بات پر متفق ہیں ان اجماع الصحابة حجة (فتح ۱۷۱ ص ۱۷۱) کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت ہے۔

اور سنن ابی السنہ جلد ۱ ص ۲۵۵ اعلام الموقعین جلد ۱ ص ۱۷۱ والکذا لہذا معلوم مشک، احکام اعلام مذہبی جلد ۱ ص ۱۷۱ اذ لا خلاف ان اجماع الصحابة کما فی جلد ۱ ص ۱۷۱ وغیرہ کما یوں ہیں حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید موجود ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بعد ان کے اور علماء کا اجماع بھی خاصی وزنی دلیل ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ

کہتے ہیں کہ مشائخ علماء اور محدثین جب کسی جماعہ کو پس قرآن کا اجماع اور اتفاق حجت قاطعہ ہو کر برکت شریعت پر ان کا اجماع کو کبھی نہیں ہرکتا (الواسطہ ص ۱۷۱) اور دفع المصلح عن الفتنة الاعلام ص ۱۷۱ میں لکھتے ہیں کہ اجماع ایک بہت بڑی حجت ہے اور خارج القبول میں نہیں لکھتے ہیں کہ امت جو کہ اجماع فی غلبہ حق ہے۔ امت کبھی ضلالت پر اجماع اور اتفاق نہیں کر سکتی یہی معنوں رسالہ الحجۃ ص ۱۷۱ میں بھی مذکور ہے اور الحجۃ ص ۱۷۱ میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جو کہ خیر امت کے لقب سے منتخب کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ تم اصرار بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو اگر امت کا اجماع باطل ہو تو ہمارے کو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امت اصرار بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو اگر امت باطل ہوگی جس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے وماذا اللہ تعالیٰ اذ الذلیم کرنا پڑے گا کہ جس چیز کو امت مباح کہے گی وہ مباح ہی ہوگی اور جس چیز کو امت منکر ہو کر کہے گی تو وہ عند اللہ تعالیٰ بھی حرام ہی ہوگی اس سے بھی زیادہ وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب خارج القبول میں لکھتے ہیں

یصح حدیث میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فریضے ایک جنازہ گذر اور حضرت صحابہ کرامؓ نے اس کی تعریف کی تو آپؐ فرمایا کہ واجب ہوگئی ایک دوسرا جنازہ گذر اور حضرت صحابہ کرامؓ نے اس کی قیامت بیان کی تو پھر آپؐ فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ حضرت کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپؐ فرمایا کہ پہلے جنازہ کی تمہلے حج کی تھی اس کے لیے حجت لازم ہوگئی اور دوسرے کی تمہلے ذبیحہ کی تھی اس لیے اس کے لیے حجت واجب ہوگئی تمہیں میں مذکور گواہ ہوا اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی شاہی گواہ طبرستؒ تو یہ جو نہیں سکا کہ وہ باطل کی گواہی دیں لہذا امانت آپؐ کا کہ جب امت جو حرام اور منکریت سے حضرت صاحب کرامؓ بھی چیز سے متعلق یہ گواہی دیں کہ اس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو ضروری ہے کہ واقعی اس کا حکم ہوا ہوگا اور جس چیز سے منع کریں تو حرام ہی ہے کہ وہ چیز عند اللہ بھی منکر ہی ہوگی۔ اگرچہ عرض محال وہ باطل اور خطا پر شہادت دیں تو وہ شاہی گواہ نہیں

کہا کہ اے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی شہادت کی صفائی پیش کی ہے جیسا کہ حضرت
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صفائی اور تزکیہ بیان فرمایا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر افسر اور نہیں
باندھے بلکہ حق ہی کہتے ہیں اسی طرح امت محمدیہ بھی خدا تعالیٰ پر حق ہی کہے گی، باطل کا الزام
خدا تعالیٰ کے ذمہ نہیں لگائی اور قرآن کریم کا ارشاد ہے وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىٰكَ
جو میری طرف انابت اور رجوع کرنا ہے سو تم اس کی اتباع کرو چوہا امت خدا تعالیٰ کی طرف
انابت کرتی ہے اس لیے ان کی اتباع واجب شہری اور خصوصیت سے قرآن کریم نے
سابقین اولین حضرات صحابہ کرام کے اتباع کرنے والوں پر رضامندی کا اظہار فرمایا ہے
چنانچہ ارشاد ہے۔

وَأَنبِئُونَا بِذُنُوبِ آلِ عَادَ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّذِيبٍ
وَأَنبِئُونَا بِذُنُوبِ آلِ نُوحٍ إِنَّا كُنَّا بِلُغَتِهِمْ عَلِيمِينَ
وَأَنبِئُونَا بِذُنُوبِ آلِ لُوطٍ إِنَّا كُنَّا لَبِغْتِهِمْ عَلِيمِينَ
وَأَنبِئُونَا بِذُنُوبِ آلِ هَارُونَ إِنَّا كُنَّا لَبِغْتِهِمْ عَلِيمِينَ
ان سب سے واضح ہے۔

قرآن مجید میں حضرت صحابہ کرام اور تابعین کی اتباع کرنا ہے وہ یقیناً ایسی چیزیں ہیں کہ
دیکھتے ہیں پر خدا تعالیٰ راضی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق سے ہی راضی ہوتا ہے باطل سے
کبھی راضی نہیں ہو سکتا اور قرآن کریم کا ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے جو شخص رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اس کے بعد کرتا اس کے سامنے پیش ہو چکا ہو اور
ہدایت واضح ہو چکی ہو اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ کوئی راہ وہ تلاش کرے تو وہ جہنم کو جانا
چاہتا ہے ہم اس کو اسی طرف متوجہ کر دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے جو بڑا
ٹھکانہ ہے حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے (جن کلمات کو امام باگٹ نے عمدہ کچھ کر
ان پر عمل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے سنت پر مضبوطی کا
اجرا کیا ہے جس کو ماننا قرآن کریم کی تصدیق کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور دین حق
کی حمایت کرنا ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس سنت کو بدلے یا اس کے خلاف پر نظر
بھی اٹھائے جس شخص نے خلاف کی اور مومنین کی مخالفت کی وہ اس آیت کا مندرجہ سبب بن گیا

لَوْلَا مَا كُنَّا لَاحِقًا لِّهَٰذَا الْبَلَاءِ وَلَوْلَا مَا كُنَّا لَاحِقًا لِّهَٰذَا الْبَلَاءِ

پھر آگے سلا میں لکھتے ہیں کہ جو شخص جماعت مومنین کی مخالفت کرتا ہے تو وہ ہر حال میں
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔ اور پھر آگے مداح میں لکھتے ہیں کہ ہر مسئلہ پر مسلمانوں
کا اجماع ہو چکا ہو اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لگا لگا کوئی فیصلہ ہو
ہوگی تو جو شخص امت محمدیہ کے اجماع کا مخالف ہوگا وہ رسول کا مخالف ہے جیسا کہ رسول کا
مخالفت خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ جس بات پر بھی اجماع ہوگا اس
میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ضرور ہوگا بھی حق اور صواب ہے اگر کوئی
بھی ایسا مسئلہ نہیں ہو سکتا جس پر اجماع ہو اور اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
سے بیان موجود نہ ہو مگر کبھی بعض سے یہ بیان مخفی رہ جاتا ہے اور وہ اجماع سے بھی استدلال
کرتے ہیں۔ انتہی حاقالہ ابن تیمیہ۔

نواب صدیق حسن خان صاحب کے فرزند اصغر بیگ میر علی حسن خان طاہرہ حافظہ ابن
کثیر کی مشہور کتاب الباعث الحثیث کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ جو خطا سے
معصوم ہے جس چیز کو امت صحیح کہے گی اور اس پر عمل ہوگی تو جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا
جس بھی وہ چیز صحیح اور حق ہی ہو (ہاشم رایل الطالب ص ۱۸۷)۔

اور نواب صدیق حسن خان صاحب (المتوفی ۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ جو
کسی چیز کی نقل پر متفق ہو جائے تو وہ خطا سے معصوم ہوگی (الذی فی الاسواق الحثیثہ بالسفح)
حافظ ابن القیثم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور خلق
راہبرین کے عمل کے بعد کسی اور کی بات قابل تسلیم ہی نہیں (مختصر زاد المعاد جلد اول ص ۱۸)
ان محض اور صریح حوالوں کے بعد حضرات صحابہ کرام اور امت محمدیہ کے اجماع سے
اعراض و انحراف کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا کیونکہ حق انہیں کے ساتھ ہے
اور مشورہ ہے کہ بچ زبان خلق کو نقصان نہ پہنچو
فاسدہ دہ جمہور اہل اسلام کے اتفاق و اجماع کے مقابلہ میں کسی کو کوئی قول اجماع پر

شرائط نہیں ہو سکتا، سچ سلمان جانتے ہیں کہ انھیں کاذب قرار دینا ہی دینی کے خلاف ہے۔
 میں قرآن کریم کی تطبیق پر کوئی رد نہیں ڈالتا اور اسی طرح منہجین حدیث کا سرے سے جھڑپ
 ہی سے انکار کر دینا حدیث کی حجیت میں رخنہ نہیں ڈالتا اسی طرح متعدد مسائل میں قرآن پر ان کے
 والہ جھجھک کا اتفاق واجماع ہے اور منہجین روایات اور افاضہ و کلام اور کلامیہ و غیرہ باطل نہرتے
 ان سے اختلاف کرتے ہیں، لیکن ان کا قول اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکا اور نہ ہو سکتا ہے،
 اسی طرح منہجین نبوت ایک قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے اور قادیانی اس کے خلاف ہیں مگر اس
 اختلاف سے منہجین اجماعی ہونے پر کیا فدا کرتے ہیں؟ منہجین کے حرام ہونے پر اجماع بہت ہے
 مگر انھیں کاذب قرار دینا اس کے خلاف ہے اور حدیث ابن جریج (جن کی بخاری اور مسلم میں ہے) بخاری
 حدیث کافی ہیں) نے نوٹس نہ کرتے ہوئے کیا تھا اور اس کو جائز سمجھتے تھے (میں ان اختلافات پر
 صحت) مگر اس سے اجماع پر کیا رد پڑی، اپنی بڑی سے لڑاٹ کر بالاجماع حرام ہے مگر
 بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۱ میں دہلی تفسیر حضرت ابن عمر سے کچھ اور ہی منقول ہے اور حافظ ابن تیمیہ
 اس فعل کی بابت اختلاف مذہب کی طرف بھی نسبت کرتے ہیں رد فہم المذہب عن امۃ الاسلام میں
 طبع مصر، لیکن اس سے اصل مسئلہ پر کیا رد پڑی ہے، مطلقہ تلاوت پہلے قارئین کے لیے تب حلال
 ہو سکتی ہے جب وہ قارئین کا کلام سمجھنے کے ساتھ اس سے محبت بھی کرے اور اس پر اجماع ہے
 لیکن جمیل اللہ تاجی حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک صحت تلاوت کے لیے دوسرے قارئین
 کی محبت شرط نہیں سمجھتے تلاوت اور تلاوت کا کافی ہے (نور شریعہ ص ۳۶۳) اور یہی قول بعض
 قارئین کا نقل کیا گیا ہے۔ (کتاب الاعتبار للعلما ص ۱۸۷) مگر ان اقوال سے اجماع پر کیا رد
 پڑ سکتی ہے؟

ام نمودی انصافی شریکی اور علامہ جزائری لکھتے ہیں کہ وہ قارئین کی مخالفت اجماع
 پر کوئی رد نہیں پڑتی (شہر طہ ص ۳۶۳) و شرح بلوغ المرام ص ۲۷۷ (توجیہ النظر ص ۳۷۷)
 اس سے معلوم ہو کہ بعض حضرات کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہوتی یہ بات
 بھی ہمیشہ نظر ہے کہ حسب تحقیق قلوب سیدین حسن خاں صاحب اجماع کے لیے تمام مذہبین

کا اتفاق ضروری نہیں اگر یہ شرط ہو تو اجماع کا ان کے قول کے مطابق سرے سے وجود ہی مفقود ہو
 گا؟ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ۔

ولا یتوہو ان المذہب بالمجتہدین جمیعاً اور وہ ہم دیکھا جائے کہ مجتہدین سے تمام مذاہب میں بیت
 مجتہدین الامۃ فی جمیع الاعمال الیٰ تک امت کے ساتھ مجتہدین ہیں کیونکہ یہ باطل وہم
 یوم القیۃ فان هذا الوہد باطل لانه یہ جس تیرا نام آتا ہے کہ ہر مذہب سے اجماع ہی ثابت نہیں
 ہوتی الیٰ عدم ثبوت الدلیل (الحدیث) (مذکورہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے)

لہذا جن بعض حضرات کے اقوال اور فتوے اس مسئلہ میں ہر مذہب کے اجماع کے خلاف فہم
 کے خلاف ہیں ان کی کوئی وقعت نہیں ہے اور وہ سب کچھ شاذ ہیں جو قابل عمل نہیں۔
 چنانچہ علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی (المرآۃ ص ۹۱۳) قارئین تلاوت کو ایک
 سمجھنے والوں کے مذہب کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

یاندہ مذہب شاذ ذلیل بل اذہم منہج (یہ مذہب شاذ و منہج ہے اس پر عمل نہیں کیا
 وارشاد الہی ص ۱۶ طبع مصر) جاسکتا۔

یہ عبارت اپنے دلیل پر وضاحت سے وال ہے۔

بعض حضرات نے دجس میں امیر عیانی دیکھتے سبل السلام جلد ۱ ص ۲۱۵ اور قاضی شریکانی
 بھی ہیں دیکھتے ہیں جلد ۱ ص ۲۱۵) بخیر موار کے لیے قارئین تلاوت کے ایک ہونے کے سلسلے میں
 باوی، قائم باقر اور ناصر وغیرہ کے نام بھی لیے ہیں کہ یہ بھی اس کے قائل ہیں مگر یہ تمام مذہب
 میں ملاحظہ ہو دلیل الطالب ص ۱۵۷ وغیرہ) اور شیوخ کے نزدیک ایک مجلس کی قارئین ایک
 تصور ہوتی ہے چنانچہ ان کی مشہور معروف کتاب فروع کافی میں ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال یا ایک (امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تلاوت کو ایک مجلس میں
 والمطلقات ثلاث فی مجلس قارئین قارئین تلاوت کی مجلس میں ان سے تلاوت کرنے سے بیکار نہ
 ذوات ازواج (جلد ۲ ص ۱۰۲)

اس لیے ان لوگوں کا اس سلسلے میں پیش کرنا بے موزن ہے اور اسی طرح احمد بن حنبل اور

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جو مجہول لوگ ہیں وہ ملاحظہ فرمادیں کہ ان کے معنی میں وہاں جلیل القدر
 اعلیٰ (پیش کرنا بھی) چندان مفید نہیں کہ جو کچھ حال و حال کے مسئلہ میں معروف ائمہ دین اور حضرات
 صحابہ کرامؓ اور اہل سنت و جماعت کے اجماع و اتفاق کو چھوڑ کر کوئی ایسے غیر معتبر اور مجہول لوگوں کی
 تحقیق پر اعتماد کرنا ہے؟ اور ان پر اعتبار کر کے کب کوئی عند اللہ تعالیٰ عین اللہ اس سرخرو کو
 سکتا ہے؟ ہاں البتہ اس مسئلہ میں یہ غم خوردگی اور تحقیقی طور پر جن حضرات نے جو محنت کے ساتھ حصہ
 لیا ہے وہ حافظ ابن تیمیہ اور ان کے وفادار شاگرد حافظ ابن القیمؒ ہیں اور انہی کے جمع کردہ
 ہے جان و دلائل سے زمانہ حال کے غیر متعلمین حضرات لیں ہیں اور انہی سے ان کی جان میں
 جان آگئی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگرچہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی جن حضرات کے
 ساتھ ہے اور دوسرے پہلو سے نہایت ہی کمزور دلائل مافیہ میں ہیں لیکن اس میں بھی دیکھ لیں وہ دیکھ لیں
 حضرات کا اختلاف حضرات تابعین کے دور سے چلا آ رہا ہے، حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ
 کے دور میں کسی غالی ماضی نے یہ فتویٰ دیا کہ جو شخص تین طلاقیں کر لیا تو وہ مباح ہے تو وہ کا ذکر اور
 مرتبہ ہے اور اس کا نقل جائز ہے جب اس طرف سے یہ سختی ہوئی تو قدرتی بات تھی کہ دوسری
 طرف سے بھی ایسی ہی سختی ہوئی اور حافظ ابن تیمیہؒ کے مزاج میں حدت اور شدت تو تھی ہی ان
 سے نہ رہا گیا اور اس غالی ماضی کے مقابل میں پرہیزگارانہ عمل آئے اور ان کے شاگرد رشید حافظ
 ابن القیمؒ جیسے استاد محترم کے بے حد مداح اور ان پر اعتماد کرنے والے تھے ان سے تعاون اور عناصر
 اور جمع لوگ پر گہرے ہو گئے اور بعض دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی دونوں بزرگوں نے
 بڑی تکلیف اٹھائی اور خاصی ممانعت کا سامنا کرنا پڑا اور ان کا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ غلطی
 مسائل میں لگنے پر کوئی پہلو نہایت ہی مزاحم اور کمزور ہو کر بھی یہ شدت نامنا سمجھ کر اس
 مزاحم پہلو کو لینے والے حضرات کو کافروں پر تہذیب قرار دیا جائے اور اس کے قتل کا فتویٰ صادر
 ہو کر کسی دیندار و موقر دین میں سے کسی کی خیر نہیں کیونکہ انہوں نے کسی نہ کسی اجتہادی
 خطا کا شکار ہو کر کہیں نہ کہیں مزاحم اور کمزور پہلو کو بھی اختیار کیا ہے، ہماری دانست اور
 فہم کے مطابق ان دونوں بزرگوں کی شدت صرف اسی پہلو کے پیش نظر ہے، باقی چوبیس

اختلاف محض معنی سے ہے یہی وجہ ہے کہ جب حافظ ابن القیمؒ نے غالی ماضی کے قتل و زہرہ کو
 پیش نظر رکھتے ہیں تو زائد المعاد اغاثۃ اللغات اور اعلام الموقعین وغیرہ میں خوب دلائل سے
 بحث کرتے ہیں اور کوشش یہ کرتے ہیں کہ مزاحم پہلو کی بھی کچھ نہ کچھ اصل بنائیں اور جب
 اس نظر سے وصول ہوتا ہے تو تہذیب سنن الی وغیرہ میں قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کے حوالہ
 سے مزبور کے دلائل پیش کرتے ہیں اور وہاں سنن ان کا ذکر کرتے ہیں اور زائد دوسری طرف
 کے دلائل کا سوال ہی ملنے لگتے ہیں اور مزبور کے دلائل نقل کر کے جب ملاحظہ کیے ہیں جن
 کو محنتی کو یہ چکڑہ کرنا پڑا ہے کہ نامعلوم حافظ ابن القیمؒ خلاف عدالت یہاں کیوں خاموش
 ہو گئے ہیں اور ان دلائل کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ (ملاحظہ ہو حاشیہ تہذیب سنن
 ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۱۹ طبع مصر)

چنانچہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن القیمؒ تین طلاقیں کر لیا تو تہذیب والوں
 کے کچھ نام لیتے ہیں جن میں ابن زبیرؓ، محمد بن یحییٰ بن محمد، محمد بن عبد السلام اور ابی صغیرؓ
 احباب و رفیقہ ہیں اور جن میں بیشتر اہل ظاہر حضرات ہیں آگے بحث کو جاری رکھتے ہوئے
 فرماتے ہیں کہ۔

افترى الجاهل الظالم المعتدى کیا ہیں تو دیکھئے کہ اس جاہل ظالم اور بے انصاف
 یجعل هؤلاء و کلہم کذا و اصباحہ کو کہ وہ ان سب حضرات کو کافر قرار دے گا اور ان کے
 دماغ پر دغاۃ اللغات جلد ۲ ص ۱۱۹ طبع مصر قتل کر دے گا اور کہے گا؟

حافظ ابن القیمؒ کی اس عبارت کو بار بار پڑھئے اور ملاحظہ کیجئے کہ اس مسئلہ میں حافظ
 ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کا ایک کلمہ اور شاذ قول کر کے کہ ایک قسم کی جہالت شدت اور
 حدت اختیار کرنا کس بات پر مبنی ہے؟ ظن غالب ہے کہ اگر دوسری جانب سے اس مسئلہ
 کو دلائل اور براہین کی مدد نہ رکھا جاتا اور جمہور کے دلائل کو اٹھا کر کیا جاتا اور بے جا قند و
 سے کام نہ لیا جاتا تو حافظ ابن تیمیہؒ کو بھی اپنی باقی طبیعت سے کام نہ لینا پڑتا اور حافظ ابن
 القیمؒ بھی اپنے استاد محترم کے موقف کو قوی کرنے کے لیے یہ مدد دلائل میں اپنے قلم کے زہر

سے جان ڈالنے اور روح پھونکنے کے وسیع فرہوش اور حاد فکریانہ نتیجہ ہی اہم اطلاعی محنت کی کتاب الگ آثار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس سنگ پر محنت کی ہے اور اس میں ملاحظوں کو ایک قدر مینے والوں کا اشتراک اور ان کے دلائل بیان کئے ہیں۔

ثم ذكر حج الآخريين والجواب
 عن حج مؤلده على عادة اهل العلم
 والدين في النفاك مخالفتهم
 والبحث معهم ولم يملك
 طريق جاهل ظالم متعد
 ببرك على ركبتيه ويقبح
 عنيه ويصول بمنصبه لا يعلو
 ويسور قصده لا يحسن فهمه
 ويقول القول بهذه المسئلة
 كقول يوجب ضرب العنق ليهت
 خصمه ويمعده عن بسط لسانه
 والجري معه في ميدانه الخ
 (اغشا جلد ۳۲۷)

پھر حج اہل اہل حق کے دلائل بیان کیے
 ہیں اور ان میں علماء ان کے ایک قسم تھے والوں کے دلائل کا
 جواب دیا ہے بعد ان کے اہل علم اور مذہب ان کا شیوہ ہے
 کہ اپنے ساتھ حق گفت گوئی کے انصاف کرتے اور
 اس سے بحث کرتے ہیں اور اہل علم کو جس کی جہل اور
 بے انصاف کے راستہ میں چلے جو دوزخ اور جہنم میں لے جاتا
 اور ان شخص بھی ان کی طرف سے نہ منہ پر نہایت فریاد دیتے
 پر علماء اور جو کہ کلمہ کے ذریعہ اور جہت اور ہوتے اس کے
 چہ بہ جہت کہ زمین نہیں ہے اور یہ کہ اس میں منکر کھڑا
 ہوگا خوب ہے اور ان کو کہنے والا ان کی گردن زوال ہے تاکہ
 اس طرح جو کہ سفر فریق کہ فرما رہے کہ ان سے اور اس کو رب
 کشی کی جی سے دوسرے اور یہ بیان علم میں اس کے ساتھ
 چلنے کو کہانہ ہی نہ ہو۔

(آغا جلد ۱ ص ۳۲۹) چلنے پر آمادہ ہی نہ ہو۔

اس عبارت سے صحت معلوم ہوا کہ حافظ ابن القیمؒ کا اپنے استاد حضرت کمالیؒ کی طرح اس مسئلہ میں جتنی غلطی ہے وہ محض غلو کے مقابل میں ہے اور تشدد کے مقابل میں جتنی جفا کا طریقہ بخیر کے لیے تشدد و ایک نفسیاتی امر ہے اگر دوسری طرف سے یہ غلو نہ ہوتا اور تکبیر اور نقل کے فتوے صادر نہ ہوتے تو حافظ ابن القیمؒ اور حافظ ابن القیمؒ وغیرہ بھی اس میں شدت اور خلیفہ کا نام نہ لیتے اور نہ مصائب برداشت کرتے علاوہ انہی ان کی شدت کی ایک دنیا بھر بھی ہے وہ دیکھ کر ان کو اس مسئلہ کی وجہ سے لوگوں کی طرف سے کافری سمجھی دی

جسمی ترقی اور یہ ایک فطری اور طبعی بات ہے کہ جب ایک جانب سے جسمی ترقی ہو تو دوسری طرف سے زیادہ شدت سے تنہا کر لی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ یہاں دیکھتے ہیں کہ۔

وابتد زکریہم علی من خالفہ الذ
وصارت هذه الحاشية على عندهم
للرافضة والمخالفين وعرق بسبب
الفتيا بها شيخ الاسلام ابن تيمية
وطيف بتلميذ الحافظ ابن القيم
على جعل بسبب الفتوى بعد
وقوع الخلاف والمرسل السلام ٧١

اور قادی شائیہ علیہ صلاۃ اللہ علیہ فیہ میں سے نواب صدیق حسین خان مرحوم نے
اجتہاد النظار میں جو ایک شیخ الاسلام کے تعزیرات لکھے ہیں اس خدمت میں طلاق نکاح
کا مسئلہ بھی لکھا ہے اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قین طلاق کے ایک مجلس
میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا اور مست شور ہو اشیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم
مصاحب برابر ہوئے ان کو اونٹ پر سوار کر کے بدرے مارا کہ شرم میں پھر کہ اگر تم قین کی گئی قید
کئے گئے اس لیے کہ اس وقت ہیندہ علامت روافض کی تھی ص ۳۱۸ الخ
اور یہی آگے اس صفحہ میں لکھا ہے کہ۔

اور التوح المسکون بمسند زاب صلیق حسن خان صاحب ۱۲۱۵ میں ہے کہ امام شافعی
ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف ہیں اللہ
ظاہر بات ہے کہ جو حدیث غویٰ طور پر اس وقت تک دفعۃً بین طلاق کے واقع ہونے کا مسلک
رافضیوں کا تھا اور اہل السنۃ والجماعت اس کے مخالف تھے اس لیے ان حضرات
پر کشیدہ کیا گیا اور ان کی خوب پشائی ہوئی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے کسی
مسئلہ کا اختیار کرنے سے یہ پیلوں کو اور صحیح ہو گیا اور جو کہ مسلک جس پر ان کا اجماع

میں اور عدت گزر جائے اس جگہ اگر حرف کسر یا کسی قسم کا کوئی اور حرف ہو تو جو جہلت اور تاثیر پر دلائل گزرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو کتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دو طہر میں دو طلاق اور پھر تیسری طہر میں تیسری طلاق کی تین ہیں ہے، مگر واقعہ میں نہیں ہے یہاں حرت خاسہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ طلاق کے بعد اگر فی الفور تیسری طلاق بھی کی جائے تو اس کی پوری اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ کسی اور دم سے نکاح نہ کرے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی جگہ میں تین طلاقیں دی جائیں بشرطیکہ حضرت امام شافعی اور امام ہنوفی کا یہ قول مانا جائے کہ اگر تین طلاقیں ملے تو اس کی پوری اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ علاوہ ان میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام شافعی اس صورت کے لیے بھی حکم عام دیتے ہیں جس سے تیسری طلاق کی جائے کیونکہ جب وہ پہلی ہی طلاق سے اپنے خاوند سے الگ اور جدا ہو گئی تو وہ دوسری اور تیسری طلاق کی اس کے لیے گنجائش ہی کہاں کہ ہر طہر پر اس کو الگ الگ طلاق دی جائے؟ اس آیت کا ظاہر یہی مطلب تو اسی کی تائید کرتا ہے کہ تین طلاقیں جو ایک مجلس میں واقع ہوں وہ تین ہی تصور ہوں گی ہاں عموم انعقاد اور جو دو الگ الگ کے پیش نظر ہر طہر پر دی گئی طلاق بھی اس کے عموم میں شامل ہے جیسا کہ علامہ ابن حزم کے حوالے سے پہلے اسی آیت سے استدلال گزر چکا ہے اور ان کا یہ قول بھی بیان ہو چکا ہے کہ یہاں علی التلاوت مجموعۃ و منفردۃ کہ یہ قول تین اکٹھی طلاقوں پر اور جدا جدا دونوں پر صادق آتا ہے۔

اور حضرت محمد بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۵۶ھ) اس آیت کے تفسیر فرماتے ہیں۔
 یقول ان طلقها ثلاثا فلا تحلل لها کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں حتیٰ تنکح زوجا غیرہ۔ وہ اس کے لیے حلال نہیں رہی کہ وہ کسی اور دم سے دسبن (الکبریٰ جلد ۱ ص ۳۸) نکاح نہ کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے تفسیر اور مبہوم میں دفعۃً تین طلاقیں دینا بھی داخل ہے اور یہ تشریح طہر پر ہی تین طلاقیں کے لیے ہی متعین نہیں اور نہ اس میں یہ نص ہے کہ دفعۃً تین طلاقیں کہ یہ شامل نہ ہو۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب دکنوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں کہ اور حضرت عمر کا اسی امر پر اجماع کہ تین طلاقیں کے وقوع کا حکم دینا اگرچہ ایک جلسہ میں ہوں صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے اور یہی قول موافق طبر قرائن کے ہے (۱۵ مجموعہ فتاویٰ ص ۱۵) مشورہ غیر متعلقہ عالم حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیر سالکین (المتوفی ۱۳۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کا یہ حکم کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، قرآن وحدیث سے محفوظ ہے۔ (اخبار المحدثین ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰) الخضر تین طلاقیں کا ایک حکم اور ایک مجلس میں واقع ہونا قرآن کریم کی اس آیت کے عین سے ثابت ہے اور عمود کا اس سے استدلال بالکل صحیح اور درست ہے کہ ہر کی طرف سے اس کے علاوہ قرآن کریم بعض دیگر آیات سے بھی اس مقصد پر استدلال کیا گیا ہے مثلاً وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ الْأَتِيَّةَ اور فَجَنَحَ عَلَيْكُمْ أَنْ طَلَقْتُمُ الْبَنَاتِ مَا كُنْتُمْ تَمْسُوهُنَّ اور لَوْلَا طَلَقْتُمْ مَسْكُ بِالْمَعْرُوفِ الْأَتِيَّةِ وغیرہ وغیرہ اور وہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں ایک دو اور تین طلاقیں کے واقع کرنے کی تفریق نہیں کی گئی لہذا اگر تین بھی دفعۃً دے دی گئیں تو وہ واقع ہو جائیں گی اور محمود کا ان سے استدلال بھی صحیح ہے۔ خاصی شوکانی وغیرہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ بالکل ناکافی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

واجب بان هذه عموميات مخصوصة اور ان کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ عبارتیں ہیں جنہیں واطلاقات مقيدة بها مثبت من تجميعها کی گئی ہے اور طلاق آیات میں جن کو ان الأدلة الدالة على المنع من وقوع طلاق الواحد (شیل الاوطار ص ۱۴) زیادہ طلاقیں دینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شرعاً پندہ طہر پر ہی اس آیت کے لیے گنجائش رہی ہوتی

بہتر ہے کہ متفرق طور پر اور ہر ایک گھر میں ایک طلاق دی جائے لیکن وہ کون سی صحیح صریح اور معمول بہ دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ایک سے زائد طلاق بائیں طور منحوس ہے کہ اس کا اعتبار ہی نہ ہوگا؟ حضرت ابن عباس کی حدیث کا مطلب اور تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آکر ہی ہے قاضی صاحب نے لفظ اور استعمال کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک دلیل بھی مراحضت کے ساتھ ایک سے زائد طلاق کی نفی پر دال نہیں ہے بلکہ دلائل اس کے خلاف ہیں پھر انھوں نے طلاق کے لغوی اور اصطلاحی کو محض ممکن دلائل سے مقید اور مخصوص کرنے کا کیا معنی؟ اور اس کو سننے اور تسلیم کرنے کے لیے کون تیار ہے؟ خصوصاً جب کہ جہود کا اجماع و اتفاق بھی اس کے خلاف ہو۔

دوسری دلیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ۔

ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً
فتزوجت فطلق فطلق النبی
صلی اللہ علیہ وسلم تخل
لاول قال لا حتی یدوق عسلہا
کما ذاقہا الاول رجلاً صلی
واللفظہ وسلم جلد ۱ ص ۱۴۱
وسنن الکبریٰ ص ۳۳۳

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں
سو اس نے کسی اور مرد سے نکاح کیا اور اس نے
دوبہتری سے اپنے اسے طلاق دے دی انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ رجلاً
لے پہلے خدوہ کے لیے حلال ہے تو آپ نے فرمایا
کہ نہیں جب تک کہ دوسرا خدوہ اس سے بہتری نہ
کرے (اور لفظ افردہ نہ ہو جائے)

اس حدیث میں طلاق امرأتہ ثلاثاً کا جملہ نظام اسی کا مقتضی ہے کہ یہ
تین طلاقیں اکٹھی اور دفعۃً دی گئی تھیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ جملہ
ظاہراً اسی کو چاہتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی اور دفعۃً دی گئی تھیں۔ (فتح الباری ص ۲۹۵)
اور یہی مطلب اس کا حافظ بدر الدین عینی بیان کرتے ہیں (معدن القادی ص ۳۳۳) اور
علامہ قسطلانی اس باب کا عنوان نقل کرتے کے بعد اونسیرجہ پانچسنان کی تفسیر

کرتے ہوئے کہتے ہیں۔
وجہ اعام بہت اول ایقاع الثلاث
دفعۃً واحدة وقد دلت الایۃ علی ذلک
من غیر تکیید مثلاً فان لم یجوز ذلک الخ
اور اس میں کسی کا انکار متقول نہیں بخیر ان کے جو
دلائل و اساری سے جلد ۱ طبع مصر اس کو حاکم نہیں سمجھتے۔

اور امام بخاری نے اس پر یہ باب بانفصل ہے باب من حیث رد فی نسخۃ لہان
الطلاق الثلاث اور اس باب کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے
کہ ان تین طلاقیں سے دفعۃً اور اکٹھی تین طلاقیں بھی مراد ہیں کیونکہ اگر متفرق طور پر تین
طہروں میں تین طلاقیں ہی مراد ہوں تو اس میں کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے پھر یہ معلوم
حضرت امام بخاری نے اس میں اختلافی مسئلہ کے لیے باب کیوں قائم کیا اور غیر اختلافی مسئلہ
کے لیے کیوں نہیں کیا؟ علوہ ازیں حضرت امام بخاری نے دفعۃً تین طلاقیں دینے کا کون سا
باب قائم کیا ہے جس میں اختلاف بھی ہے اور حضرت امام بخاری اس کے جواز کے قائل
بھی ہیں؟ اور اسی کے قریب محدث ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی (المتوفی ۲۵۵ھ)
نے باب قائم کیا ہے (ملاحظہ ہو الدارمی ص ۲۹۳) اور امام بخاری ہی یہ باب قائم کرتے ہیں۔

باب ما جاء فی امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات وسنن الکبریٰ
جلد ۱ ص ۱۴۱ اور پھر اس کے نیچے یہ حدیث بھی درج فرمائی ہے پہلے یہ بیان ہو چکا ہے
کہ اگرچہ دفعۃً تین طلاقیں دینا مستحسن امر نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو بہت
سی دیگر روایات کی طرح اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں واقع
ہو جاتی ہیں۔

تیسری دلیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا۔

عن الرجل یتزوج المرأة فیطلقها
کرکئی شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور

ثلاثاً فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تحل إلا قول حتى يذوق الأمر عسلها وتذوق عسلها
 اس کے بعد اس کو تین لہاقیہ میں سے کسی سے استہواہنے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت اس شخص کے لئے حلال نہیں جس کو وہ اس سے طلاق نافذ نہ ہو جائے جس طرح کہ پہلا نسخہ میں ہے (سنن ابی یوسف ۳/۲۲۲ ولفظ لہ)

اس حدیث میں بھی لفظ ثلاثاً اپنے پہلی کو تعلق ہے کہ تین طلاقیں دفعہ اور اس کی ہی گئی ہوں اور دفعہ ۲۲ میں یہ روایت اس طرح آتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً لم تحل له إلا جو تین طلاقیں دفعہ تو وہ اس کے لئے حلال نہیں

جو تین دفعہ

حضرت محمد بن یحییٰ کی روایت سے جو مکمل میں گذر چکی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک تین طلاقیں سے دیں تو آپ نے ان کو تین ہی قرار دیا اب گاہ بات ہے کہ دفعہ تین طلاقیں سے نہ پورا نہ ہو سکی کا اظہار بھی فرمایا، مگر ان کو جاری فرمایا اگر دفعہ تین طلاقیں دینا عزم قطعی اور غیر معتبر ہو تو آپ ان کو جاری نہ فرماتے بلکہ ان کو روکتے مگر روکا کوئی لفظ حدیث میں مذکور نہیں ہے اور حافظ ابن القیم کے حوالے سے ان کے اجراء کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔

یا بخیر دلیل

حضرت عوید بن الجراح کی روایت سے جو ص ۲۵ میں نقل کی جا چکی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کی ہوتی ہوئی کہ تین طلاقیں دیں اور آپ نے سخت فرمایا اگر دفعہ تین طلاقیں مجرم ہو تیں اور تین کا شرعاً اعتبار نہ ہو تا اور تین طلاقیں ایک طلاق تصور کی جاتی تو اس جرم میں آپ مجرم و حکم ارشاد فرماتے

اور کسی طرح غاصوش اختیار نہ فرماتے چنانچہ حضرت ابو نعیم نے فرماتے ہیں کہ وہ استدلال یہ اصحابنا علی ان جمیع الطلاقات الثلاث بالفظ واحد لیس حراماً وموضع الدلالة انه لم ينكر عليه اطلاق لفظ الثلاث وقد يعارض على هذا فيقال انما ينكر عليه لانه لم يصادف الطلاق محلاً مملوكاً له ولا نفوة اويجاب عن هذا ان عدة ارض بانه لو كان الثلاث محرماً لم ينكر عليه وقال كيف ترسل لفظ الطلاق الثلاث مع انه حرام والله اعلم۔

(شرح مسلم جلد ۱ ص ۴۷)

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دفعہ تین طلاقیں کے صادر کرنے پر گرفت اور نہ کار نہ کرنا ان کے وقوع کی دلیل ہے اور استدلال صرف اسی جرم سے ہے رہا یہ سوال اور اس میں اختلاف کہ نسب احسان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا طلاق دینے سے تو تفریق حاکم سے طلاق کا وقوع ہو تا ہے تو یہ اپنے مقام کی بحث ہے اور یہ استدلال اس پروقوف نہیں ہے۔

چھٹی دلیل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بحال یہ حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق سے دئی پھر ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی باقی دو حیض دیا پھر اس کے وقت سے وہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت ابن عمر سے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے

اس طرح حکم تو نہیں دیا تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے سنت تو یہ ہے کہ جب طہر کا
کار زمانہ آئے تو ہر طرح کے وقت اس کو طلاق دے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تو رجوع کرے، چنانچہ میں نے رجوع کر لیا پھر آپ نے مجھ سے فرمایا
کہ جب وہ طہر کے زمانہ میں داخل ہو تو اس کو طلاق دے دینا اور مرضی ہوئی تو بیوی بنا کر
رکھ لینا۔

قللت یا رسول اللہ افلا تملوئی اس پر میں نے اپنے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو
طلاقہا ثلاثا کان یحذل لی ان بتلا میں کر رہا ہوں اس کو تین طلاقیں دے دینا تو کیا
اراجعہا قال لا طاعت لی منک میرے لیے طلال ہوتا کہ میں اس کی طاعت رجوع کر
دیکھوں معصیت (سنن ابی حنیفہ ص ۲۳۴) کر لیتا ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ تجھ سے جدا
را طلاق مہدم ص ۲۳۴ مجمع الزوائد مہدم ص ۲۳۶ ہوجاتی اور یہ کاروائی معصیت ہوتی۔
رخصت الرأی مہدم ص ۲۳۶

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دینے کے بعد پھر رجوع کی کوئی صورت
باقی نہیں رہتی اس حدیث کے راوی جو سنن البیہقی میں ہیں مع ترمذی یہ ہیں (۱) امام ابو
عبد اللہ الحافظ المعروف بالماکہ صاحب المستدرک والسنن الحافظ الکبیر اور
امام الطبرانی تھے (۲) ذکرہ الحافظ مہدم ص ۲۳۴ (۳) ابوبکر احمد بن الحسن اور ابوالعباس
محمد بن یعقوب علامہ زہبی ان کو الامام الشافعی اور محدث مشرق کہتے ہیں (۴) ذکرہ ص ۲۳۶
(۵) ابوالعباس طبرانی علامہ زہبی ان کو الحافظ ابوبکر کہتے ہیں امام ابوبکر الخلال فرماتے
ہیں کہ وہ فریق حدیث کے امام اور بلند شان کے مالک تھے۔ (۶) ذکرہ مہدم ص ۲۳۴۔

۱۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ طہرائی ہے اس کو روایت کیا ہے۔ یا قیادی ترمذی میں ہے علی بن ابی حمزہ اور ابی حمزہ
نہیں دیکھتا امام بخاری نے حضرت ابی نعیم کے ساتھ ص ۲۳۴ حاکم بن حزم ان کو حاکم نے قال لکے ہیں ان فریق
فریق میں کہ وہ صاحب قہم و حفظ تھے اور ستر بن ابی عمر ان کو تہذیب و علم بالحدیث کہتے ہیں والسان مہدم ص ۲۳۴

(۲) حاکم بن منصور علامہ زہبی ان کو الحافظ الفقیہ اور ابدال اعلام کہتے ہیں (۳) ذکرہ ص ۲۳۴
(۴) شعب بن مزین۔ امام ترمذی ان کو تہذیب کہتے ہیں ابن حبان ان کو ثقات میں کہتے ہیں ابی
عطاء خراسانی کے طریق سے ان کی روایت میں حکم کرتے ہیں، محدث و حرم فرماتے ہیں کہ وہ
لاباس بہ تھے زمینان جلد ص ۲۳۴ و تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۵۴ علامہ ابن حزم
ان کو ضعیف کہتے ہیں لیکن ابن حزم روایت کی جرح و تعدیل میں فاحش غلطیاں کر چکے
ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن حزم قوت حافظ کے کھنڈ پر جرح و تعدیل میں
فاحش غلطیاں کر چکے ہیں اور زہبی طرح و حکم کا شکار ہو چکے ہیں و محصلہ ان المیزان
جلد ۲ ص ۱۹۸ یہی وجہ ہے کہ ابن حزم کہتے ہیں کہ امام ترمذی مجھول ہیں (۵) زمینان جلد ۲ ص ۲۵۴
اگر امام ترمذی مجھول ہیں تو دنیا میں محروم کون ہوگا؟ اور امام ابوالقاسم بخاری و غیرہ بھی وہ
جرح کرتے ہیں و حافظ ابو الفرج و الشیخ ص ۲۵۴ حالانکہ وہ فریق حدیث کے بلا خلاف
امام ہیں، اگر بالفرض اس روایت میں کچھ ضعیف بھی ہو تو جوہر ان کے قائل سے یہ
حدیث پھر صحیح ثابت ہوتی ہے، چنانچہ خود علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ۔

واذا ورد حدیث موصول افی اور جب کوئی حدیث موصول آئے اگر کسی روایت
احدنا قلبہ ضعف فوجدنا ذلك ہوجہ کی روایت میں سے کسی میں کوئی ضعف
الحدیث مجھے معلوم علی الخدم والقول بہ ہو لیکن اس حدیث کو کہنے اور اس پر عمل کرنے
علیہا یتینا اند حدیث صحیح لاشک کے سلسلہ میں اجماع دافع ہوجاے تو ہم یقیناً پہچان
فیہ لا ترجیہ النظر الی اصول الاثر اس کے گریہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔
صف طبع مصر

اور چونکہ تین طلاقیں کے تین سوئے پر اجماع ہے جبکہ اگر پہلے گزر چکا ہے لہذا اگر
اس روایت کے کسی راوی میں کچھ ضعیف بھی ہو تب بھی کوئی نقصان نہیں اور ابن حبان

۱۔ امام ترمذی ان پر منہ سے ایک حدیث کو حسن ثبوت کہتے ہیں۔ جلد ۱ ص ۱۹۸

کا یہ فرمان کہ ان کی وہ روایت جو عطا بن موسیٰ کے طریق سے پہنچے نہیں قابل التفات نہیں ہے۔ اسی طرح ابو الفتح ازہری سے بھی شیخ بن مزین کی تضعیف کی ہے مگر اس کی وجہ سے کوئی نہ نہیں پڑتی کیونکہ علامہ ازہری فرماتے ہیں کہ ازہری خود عظیم فیہ ہے (میزان ص ۱۰۱) اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ محدث برتانی اور اہل بصرہ اس کو کسی قابل نہیں سمجھتے تھے (میزان جلد ۲ ص ۱۱۱) اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ازہری خود ضعیف ہے اس سے تفات کی تضعیف کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ (مقدمہ فتح الباری ص ۳۵) عطا بن موسیٰ ان میں سے بعض نے کلام کیا ہے مگر جو محدثین ان کی توثیق کرتے ہیں۔ علامہ ازہری ان کو کہہ چکے ہیں لکھتے ہیں (امام احمد، امام بخاری اور محدث بخاری وغیرہ ان کو ثقہ کہتے ہیں امام بخاری نے شیخ ان کو ثقہ اور معروف کہتے ہیں امام ابو حاتم ان کو ثقہ اور قابل اجتہاد کہتے ہیں امام دارقطنی ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام ترمذی ان کو ثقہ کہتے ہیں امام مالک ان کو امام عمرہ جیسے بزرگوار محدثین نے ان سے روایت کی۔ (میزان ج ۲ ص ۱۹۹) امام نسائی قناتے ہیں کہ اس سے یا سنی یا تنزیہی انتہا ہے۔ علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عطا ثقہ تھے۔ امام مالک اور محدث نے ان سے روایت کی ہے اور میں نے متعہ میں میں سے کسی سے نہیں سنا کہ وہ ان میں کلام کرنا ہو مگر کمالہ اعلام مرفوعہ ص ۱۱۱) اور وہ ان کی بعض روایات کو حسن وغیرہ کہتے ہیں (مختار جلد ۱ ص ۱۹) اور حافظ ابن حجر نے ان کی ایک روایت کو قوی کہا ہے۔ (القول المسد ص ۱۱۱) وہ امام الحسن البصری علامہ ازہری ان کو الایام اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ محض مامون، حامد، ناسک اور شیخ العلم تھے (تذکرہ ج ۱ ص ۱۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی تھے الغرض اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور حسن کے درجہ کے کسی طرح یہ روایت فروز نہیں ہے اور جو محدثین حسن حدیث کو قابل احتجاج سمجھتے ہیں (ملاحظہ ہو نیل الاوطار جلد ۲ ص ۲۴ وغیرہ) علاوہ ان میں دیگر متعدد صحیح حدیثیں اس کی توثیق ہیں اور حضرات ائمہ اربعہ اور جمہور اسلام کا اس پر اعتماد اور عمل اس پر مستزاد ہے۔

ساتویں دلیل

حضرت نافع بن عجلون فرماتے ہیں کہ حضرت زکات بن عبد بنید نے اپنی بیوی زینب کو بترہ و تعدی قطع کرنے والی طلاق دی تو اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی اور کہا۔

واللہ ما أدت الذی وحده فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما أدت الذی وحده فقال لکانت ذی اللہ ما أدت الذی وحدها الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلقھا اثنتان فی زمان عمر واثنتان فی زمان عثمان ابیہما واثنتان فی زمان عمر واثنتان فی زمان عثمان ابیہما

لفظ بترہ کے معنی طلاق میں اگر کلام کہ اختلاف ہے امام سفیان ثوری اور اہل کوفہ اور امام ابو حاتم وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے ایک یا تین طلاقیں ملوا لی جاسکتی ہیں دو کا ارادہ درست نہیں ہے کیونکہ وہ عدد محض ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ دو کا ارادہ بھی درست ہے (ملاحظہ ہو ترمذی جلد ۱ ص ۱۱۱) اور امام مالک کے نزدیک اس انفاس سے دو مل سکتے ہیں تین ہی متعین ہیں۔ (ملاحظہ امام مالک مسئلہ ترمذی ص ۱۱۱) اگر لفظ بترہ سے دفعہ تین طلاقیں پڑنے کا جواز ثابت ہو جاتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت زکات کو کہیں قسم دیتے؟ چونکہ کنایہ کی طلاق میں نیت کا دخل بھی ہوتا ہے اور لفظ بترہ تین کا احتمال بھی رکھتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قسم دی اگر تین کے بعد رجوع کا حق تھا اور تین ایک سبھی حیاتی تو آپ ان کو قسم نہ دیتے اور اس روایت

سے یہ بھی ثابت ہے کہ دوسری طلاق انہوں نے حضرت عمرؓ کے دور میں اور تیسری حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وہی یعنی الغرض یہ روایت ایک کلمہ اور ایک مجلس ہیں عین کے وقوع پر دال ہے۔

مستدرک میں اس روایت کے لڑی یہ ہیں علامہ ابو العباس محمد بن یحییٰ بن ابی شیبہؒ کی ترجمہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے (۲) ریح بن یحییٰ، امام نسائیؒ ان کو لاہاں یہ کہتے ہیں۔ محدث ابن یونسؒ اور خطیبؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ وہ صدوق اور ثقہ تھے ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ وہ صدوق تھے محدث ضعیفیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے مسلمؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ ترمذیؒ التذیب جلد ۲ ص ۱۹۶ (۱۸۴) امام شافعیؒ جلیل القدر امام ہیں ان کی ثقاہت کے بارے میں سوال ہی نہیں ہو سکتا (۳) محمد بن علی بن شافعؒ امام شافعیؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔

(تقریب ص ۲۳۱) ترمذی التذیب جلد ۲ ص ۲۵۵ (۲۵۵) وزاد المعاد جلد ۲ ص ۱۸۴ اور ان پر کسی کی کوئی جرح نظر سے نہیں گذری (۵) نافع بن عجلونؒ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات ان کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور محدث ابن حبانؒ وغیرہ ان کو تابعین میں شمار کرتے ہیں (تقریب ص ۳۷۱) اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ۔

امام ابن حبانؒ ان کو ثقہات میں لکھتے ہیں اور نیز انہوں نے ان کو صحابہ میں بھی شمار کیا ہے اور امام ابو القاسم یحییٰ بن محمدؒ الرضیؒ اور حافظ ابو یوسفؒ وغیرہ ان کو صحابی بتاتے ہیں ترمذی التذیب جلد ۱ ص ۱۸۴ جب یہ ثقہ بلکہ صحابی ہیں تو حافظ ابن القیمؒ کا ان کے بارے میں یہ لکھنا کہ۔

نافع بن عجلون المذی لا یقرہ نافع بن عجلونؒ ہیں ان کا حال بالکل معلوم نہیں حالہ البتہ ولا یدلّٰی من هو ولا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کون اور کیسے تھے؟ ماحول وزاد المعاد جلد ۲ ص ۱۸۴

بالکل سرور اور نوابی ٹھوڑے۔ امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ پہلے زبیر بن عوفؓ سے اسی مضمون کی روایت نقل کرتے ہیں جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ بھی متابع میں آ رہا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس روایت سے صحیحین میں صرف نظر کی گئی ہے لیکن فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متابع موجود ہے جس سے یہ حدیث صحیح ہو جاتی ہے لیکن لہذا متابع بعد اجماع بہ دلیل ثمر کے نافع بن عجلونؒ کی ذکر کردہ روایت پیش کی ہے ملاحظہ ہو المستدرک جلد ۲ ص ۱۹۶ و تلخیص المستدرک جلد ۲ ص ۱۹۹ والاضطرار اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ روایت امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں کے نزدیک صحیح ہے اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤدؒ ابن حبانؒ اور حاکمؒ اس کی تصحیح کرتے ہیں (تلخیص النجیر ص ۳۱۹) اور امام دارقطنیؒ اس روایت کو امام ابو داؤدؒ کے حوالے سے نقل کر کے آگے فرماتے ہیں۔

وقال ابو داؤد و هذا حديث صحيح امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(دارقطنی جلد ۲ ص ۴۳۹)

جہاں سے پاس ابو داؤدؒ کا جو نسخہ ہے اس میں لفظ صحیح نہیں بلکہ اصح کا لفظ ہے ہوا عن قریب آجائے انشاء اللہ تعالیٰ ممکن ہے امام دارقطنیؒ کے پیش نظر ابو داؤدؒ کا جو نسخہ تھا اس میں یہ الفاظ موجود ہوں بہر حال اصول حدیث کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح اور قابل احتجاج ہے۔ البتہ نوحے بدرابہا نہ ہائے بسیار کا کوئی علاج نہیں ہے۔

متابع امام حاکمؒ وغیرہ اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ زبیر بن عوفؓ عبد اللہ بن علی بن زبیر بن عوفؓ کے واسطے ولایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے علیہ وآلہ وسلم کے عبد مہدک میں اپنی بیوی کو بتہ (تعلق قطع کرنے والی) طلاق نے دی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔

فقال ما اودت بذات قال اودت تو اپنے ذیاء کرتے اس سے کیا ارادہ کیا ہے؟

به ولحده قال الله؟ قال انہوں نے کہا کہ میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے؟

فہو ما اودت۔ (مستدرک ص ۱۹۹) اپنے ذیاء کرتا تو نے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے؟

ترمذی ج ۳، ابوداؤد ج ۲، ابن ماجہ
مشکوٰۃ و درقطنی ج ۲
انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ایک ہی
طلاق کا ارادہ کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ جو تو نے لیا ہے
بات وہی ہے۔

اس روایت کی سند میں زبیر بن جریج کو اکثر محدثین ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن
امام بیہقی بن معین ایک روایت میں ان کو ثقہ کہتے ہیں، امام دارقطنی فرماتے ہیں یہ حدیث
امام ابو نعیمہ فرماتے ہیں کہ وہ شیخ تھے (لفظ شیخ کو شیخ کے الفاظ میں سے ہے گو زعم
قسم کی سی، مخرج بخیر الفکر ص ۱۸) اور امام ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں (تمذیب
المتذیب جلد ۳ ص ۲۵) اور عبد اللہ بن علی کو بعض نے مستور کہا ہے۔ اور امام عقیلی
فرماتے ہیں حدیث مضطرب ولا یتابع لیکن امام ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے
ہیں (تمذیب المتذیب جلد ۳ ص ۲۵) الغرض یہ مختلف روای سے عیاں کہ زبیر بن
سعد اور ان کو متابعت میں پیش کیا جاسکتا ہے، چنانچہ شمس بن غندر عالم برہان ص ۱۸
محد صاحب گزنفوی لکھتے ہیں کہ مستور کی روایت کو متابعت میں ذکر کرنے سے کوئی
خرج نہیں ہے (غیر الکلام ص ۲۵) اور دوسرے مقام پر چند آثار کا ذکر کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ۔ ان کے بعض روای اگرچہ ضعیف ہیں مگر متابعت میں ذکر کرنے سے
کوئی خرج نہیں ہے (غیر الکلام ص ۲۸) الغرض یہ روایت بھی اصول حدیث کے
رد سے حرج سے کم نہیں اور پھر اس کا متابعت بھی مروجہ ہے جو متابعت میں پیش کیا
جاسکتا ہے اور جو روایت کے عمل کی تائید اس کو مزید حاصل ہے جس کی حیثیت میں کوئی شک باقی
نہیں رہتا۔

آپسوں دلیل

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس
نے کہا کہ میں نے بحالت حیض اپنی بیوی کو رتہ (احسان طبع کرے والی اور یہاں ملازمت
طلاقیں ہیں) طلاق دے دی ہے، انہوں نے فرمایا کہ تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی

کی اور میری بیوی تجھ سے بالکل الگ ہو گئی، اس شخص نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ
بھی تو ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ان کو رجوع
کا حق دیا تھا۔

فقال له عمر رضی اللہ عنہ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
امره ان یراجع امراته لطلاق بقی
له وانہ لم یبق لك ما ترجع به
امراتہ ورسول الکبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم
وقال لہما ارجعا لعلکم تفرقا
اس حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ بلاشبہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہؓ کو یہ حکم دیا
تھا کہ وہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرے مگر اس
لے کہ اس کے لیے کوئی چیز باقی تھی اور جسے لیے تو اپنی
بیوی کی طرف رجوع کا حق نہیں دیکر لے کر تیری
طلاق باقی نہیں۔

التمحالی وهو لقة

چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی اس لیے ان کے رجوع کا
حق تو محفوظ تھا مگر اس شخص نے اپنے حق رجوع کا ترکش بالکل خالی کر دیا تھا جس سے یہ حدیث
ثابت ہو سکتی کہ اس اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، اس لیے حضرت عمرؓ نے حکم دیا
کہ تم رجوع نہیں کر سکتے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اس حکم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے حکم سے ماخوذ سمجھتے تھے جیسا کہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے اور اس سے یہ بھی معلوم
ہوا کہ تین طلاقیں کے بعد رجوع کا حق حضرت عمرؓ کے حکم میں بھی رہتا اور آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے اس ضرورت کے موقع پر وہ ضرور اس کا تذکرہ فرماتے اور بطور حجت کے
اس کو بیان فرماتے۔

توین دلیل

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جب اسی قسم کے مسئلہ کے بارے میں سوال کیا جاتا کہ وہ
قال لہما ارجعا لعلکم تفرقا ان سے فرماتے کہ تم نے اپنی بیوی کو ایک یا
امراتہ مرة او مرتین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در طلقتہا ہی نہیں کرینگے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی ہذا
ان کنت طلقہا ثلاثا فقد حرمت علیک
حتى تنکح زوجا غیرک وعصیت اللہ فیما
امرک من طلاق امراتک وہم ص ۳۹ ج ۱
واللہ اعلم بالصواب ومن امیر بنی عبدالمطلب
والدین علی بن عبدالمطلب ص ۳۹ ج ۱
علیہ وسلم نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کا حکم
دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی
ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہو گئی ہے جب تک کہ وہ
تیرے بغیر کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے اور اس
طرح تو نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اللہ تعالیٰ
کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ تین طلاقیں کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی
اور عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک اور دو طلاق کے
بعد رجوع کرنے کا حکم تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن تین طلاقیں
کے بعد رجوع کرنے کا حکم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں درجہ حضرت
ابن عمرؓ اس کا حوالہ دیتے اور اس کے خلاف فتویٰ دینے کی ہرگز جرأت نہ کرتے اور اس سے
یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شخص نے دفعۃً تین طلاقیں دے دی تھیں اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہ نہ
فرماتے کہ تین طلاقیں کے سلسلے میں پہلے رب کی نافرمانی کی ہے کیونکہ ہر طرح پر ایک ایک
طلاق لینے سے تعمیل حکم ہوتی ہے نہ کہ نافرمانی جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ بات پہلے قدرے
تفصیل کے ساتھ گزرنے لگی ہے کہ اکثر علماء اسلام کے نزدیک دفعۃً تین طلاقیں دینا پسندیدہ
امر نہیں ہے بلکہ بعض اس کو حرام بعض برکت اور بعض اس کو مکروہ کہتے ہیں اور ان کے
نزدیک نافرمانی اسی صورت میں ہو سکتی ہے ہاں ان تینوں کے وقوع پر چھوڑ کا اتفاق ہے
دوسری دلیل

حضرت زید بن وہبؒ روایت ہے کہ مرثدہ بن ابی اسدؒ نے ایک منکر مزاج آدمی تھا اس
نے اپنی بیوی کو ایک بار طلاق دے دی جب اس کا یہ حال تھا حضرت عمرؓ کے ہاں پیش کیا
گیا اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے تو محض دل لگی اور خوش طبعی کے طور پر طلاقیں
دی ہیں یعنی یہ قصد اور ارادہ نہ تھا۔

فعلیہ وسلم رضی اللہ عنہ بالبدۃ
وقال ان کنت لیکثرت ثلاث
رسن الکثیر جلد ۲ ص ۳۲۳

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی ایک کلمہ اور ایک مجلس میں دی گئی
طلاقیں کا اعتبار کرتے تھے اگر مزید طلاق کا شرعاً دستور ہوتا تو مزید ہی کو وہ نافذ فرماتے، مگر
پہلی تین طلاقیں سے زائد کا شرعاً رجوع نہیں اس لیے ایک ہزار میں سے تین کے
وقع کا تو انہوں نے حکم صادر فرمایا اور باقی کو لغو قرار دے دیا اور دفعۃً سب طلاقیں کے غیر
پسندیدہ ہونے پر اس شخص کی بے جا دل لگی پر وٹہ سے اس کی قلعے مروت بھی کی تاکہ مزید
کے لیے وہ ایسی نازیبا حرکت کا ارتکاب نہ کرے اور اس کو دیکھ کر دوسروں کو بھی عبرت حاصل
ہو اور طحاوی جلد ۲ ص ۳۲ میں بھی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا
جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو وہ اس کو سزا دیتے تھے۔ اور یہ محض تنبیہ کے
لیے ہوتا تھا ورنہ تین طلاقیں کے واقع ہونے کا حکم تو انہوں نے حدیث کی روشنی میں
ہمارے ہی کر دیا تھا۔

گیارہویں دلیل

حضرت انس بن مالکؓ روایت ہے کہ۔

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
فی الدجل یطلق امراتہ ثلاثا قبل
ان یدخل بہا قال ہی ثلاث
لا یخل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ
وہم ص ۳۹ ج ۱
رسن الکثیر جلد ۲ ص ۳۲۳

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جن عورت کے ساتھ خاوند نے ہمبستری نہیں کی ہوتی

تھی، جبکہ وہ اس کو تین طلاقیں سے دینا تو حضرت عمرؓ ان کو تین ہی قرار دیتے اور یہ فیہ فرماتے تھے کہ وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ کوئی اور مرد اس کے ساتھ نکاح نہ کرے اور وقت تین طلاقیں دینے پر وہ مرد بھی جیتے تھے جیسے کہ انہی جملہ سے واضح اور ظاہر ہے کہ بونہ یہ تین امر نہیں۔

نوٹ دیگر یہ کہ تین تین طلاقیں اس صورت میں ہوتی تھیں جب قائل طلاق کو کتا انت طالق ثلاثاً بخلاف اس کے جب وہ یہ کہتا کہ انت طالق۔ انت طالق، انت طالق تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو جاتی تھی اور دوسری اور تیسری طلاق کا وہ محل نہیں رہتی تھی اس لیے موقع پر تین میں سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی اس کی بکثرت ائمہ اربعہ کے پختہ مقام پر آ رہی ہے۔

بارہویؒ کی دلیل

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی دلیل روایت کرتے ہیں

عن علی رضی اللہ عنہ فیمن طلق
امراً ثلاثاً فیل ان یدخل بہا
قال لا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ -
سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۲۲

یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ ایک کلمہ سے کچھ تین طلاقیں دی گئی ہوں اور اگر متفرق طلاق تین طلاقیں دی گئی ہوں تو پہلی طلاق تو واقع ہو جائیگی اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو جائیگی کیونکہ جس عورت سے خاوند نے بھرتی نہ کی ہو وہ پہلی طلاق ہی سے بچن ہو جائی ہے۔

دوسری اور تیسری طلاق کا محل نہیں رہتی ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ
جاہ جہل لی علی رضی اللہ عنہ فقال
خلقت امرأتی انا قال ثلاث
تحررہا علیک واقسم سترہا بین
ہے انہوں نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو اس کو تھر

نکاح سنن الکبریٰ
جلد ۲ ص ۲۲۲

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ بھی ایک کلمہ اور ایک مجلس کی تین طلاقیں کو تین ہی قرار دیتے تھے اسی لیے انہوں نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو تیری بیوی پر واقع ہو چکی ہیں اب ہر مرد سے باقی تو سوتلے اپنے باقی ماندہ بیویوں پر بانٹ دے مطلب یہ کہ اپنے متمنا کی طلاق اور نکاح کا اہل مار فرمایا اگر حضرت علیؓ تین طلاقیں کو ایک قرار دیتے جیسا کہ بعض غیر ثابت روایات میں آتا ہے تو اس روایت میں تین کو تین قرار دینے کا کوئی مطلب نہ ہوتا۔ اور حضرت علیؓ دیان کے فرزند حضرت حسنؓ سے اس سلسل میں مرفوع روایت بھی آئی ہے چنانچہ امام باقرؓ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سجادؓ کی غلطی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ شہید ہو گئے اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر کے ان کو امیر المومنین منتخب کر لیا تو تو حضرت حسنؓ کی بیوی عائشہؓ نے بیعت خاندان سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو خلافت کی ہمارا کہ ہوا اس پر حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ کیا یہ ہمارا کہ ہوا حضرت علیؓ کی شہادت پر ہے؟ تو اس پر خوشی کا اظہار کر رہی ہے؟ مجھے تین طلاقیں ہیں، اگس نے اپنی عادت کے کپڑے اوڑھ لیے اور وہیں بیٹھ گئی کہ جب عادت ختم ہوئی تو حضرت حسنؓ نے اس کو اس کا باقی اور بھی (جو ابھی تک اوڑھیں کیا تھا) دے دیا اور وہ ہزار پچھتر بیٹے جب اس کو یہ رقم ملی تو وہ کہنے لگی کہ طلاق بیٹے والے جیسے یہ مال کم چاہے اس پر حضرت حسنؓ روئیے اندر فرمایا کہ لو انی سحت جدی ارحم فی الی اگر میں نے اپنے ناماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سزا ہوا تو آج یہ کیا کہجے خلق امرأۃ ثلاثاً فیل ۱۰ او ثلاثاً میرے والد حضرت علیؓ نے میرے ناماں کی بیعت کی گزشتہ ہفتی ہونے کے لیے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو ایک دفعہ طلاق دے دے یا تین دفعہ طلاق دے تو وہ اس کیسے عدالت قرار دیتا ہے۔

روایتی جلد ۲ ص ۲۲۲ سنن ابی جلد ۲ ص ۲۲۲

نہیں ہوتی تاوقتیکہ وہ کسی اور قسم سے نکاح نہ کرے تو یہی مذہب اس کی طرف رجوع کر لیتا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انھیں تین ملازمین میں سے چیلے کے بعد جبراً کرنا یا سہی حرام ہے جیسا کہ متفقین ائمہ میں ہیں، ملازمین میں سے جو حرام ہے اگر وہ فیہ میں ملازمین میں سے ہے جیسا کہ بعض روایت کی کوئی امکان کی صورت باقی ہوتی تو حضرت جن میں سے نہ ہو جہت فراموشی۔ اس حدیث پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بالکل مولا عائشہ رضی اللہ عنہا صاحبہ عظیم آبادی کی غیر منقولہ ہے کہ اس کی منہ میں عسکریہ اور قیس الدوزانی اور ذرقہ سے صدوق اور ہام اور ابو ذر فرماتے ہیں کہ ایسا نہ جہد ہے اور اس کی حدیث میں بخلاف ہوتی ہے اور دوسرے روایت میں مسلمہ بن الفضل ہے جس کو ابن ماجہ نے ضعیف کہا ہے اور ابن ماجہ کی فرمائش میں اس کی حدیث میں بعض مناکہ ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شیعوں سے تھا اور میں اس سے روایتیں لکھی ہیں اور وہ لیس دہاؤں ہے اور ابو حاتم فرماتے ہیں کہ لا ینتفع بہا اور ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہی کہ اس کا بھی لکھا ہے نہیں دیکھتے تھے کیونکہ اس کی رائے ٹھیک نہ تھی اور اس میں علم بھی تھا و تعجب من انھیں علماء ص ۴۲)۔

الجواب: یہ اعتراض اصولی حدیث کے پیش نظر کوئی وزن نہیں رکھتا اور یہ حدیث حسن کے کسی طرح کم نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے امام بخاری نے تعالیٰ میں روایت کی ہے میں امام ابو داؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے احتیاج کیلئے عبد الصمد بن عبد الجبار المصنفی فرماتے ہیں کہ اسی کے کئی حضرات امام سفیان بن عروہ کے پاس گئے اور ان سے حدیث کی صحاحت کی درخواست کی کہ انہوں نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس بخاری بن عباس نہیں ہیں؟ امام ابو داؤد نے فرمایا کہ ان کی حدیث میں خطا ہوتی ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ وہ ابواسد بدلتے ہیں، ابن حبان اور ابن شاہین ان کو ثقافت میں لکھتے ہیں عثمان بن ابی شیبہ نے فرمایا کہ وہ ابواسد ہیں مال ان سے حدیث میں قطعاً اس حدیث صحیح علی محمد جاتا ہے امام ابو داؤد نے فرماتے ہیں کہ مستقیم الحدیث میں وہ محدث تہذیب المتہذیب جلد ۸ (۹۷) مسکن بن الفضل پر بھی بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن امام ابن عیینہ ایک روایت میں ان کو ثقہ اور ایک میں ایس یا بدیش لکھتے ہیں علامہ ابن سعد ان کو ثقہ اور صدوق لکھتے ہیں۔

[illegible]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں اب اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیسرے چھپانے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور اب اس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی وہ شخص بولا کہ کیا علل کو صورت میں جی حرام کی شکلی نہیں پیدا ہو سکتی؟ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعو کو کرے اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دلچا رسنن الکیرنی، عیدہ ۲۷۷ھ و طحاوی جلد ۲ ص ۲۹) اور اس سے ایک روایت ملتی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے اس پر سخت احتشاک کیا، ہم نے یہ خیال کرنا شروع کیا کہ وہ اس عورت کو واپس لے دلانا چاہتے ہیں مگر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خود حقائق کا ارتکاب کر کے بولو پھر کہتے ہو اسے ابن عباسؓ نے اس سے کہا کہ اگر وہ اس عورت کو واپس لے نہ لے تو اس کے لیے کوئی راہ نہیں نکل سکتی جب تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تو اب تم سے بے کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

ابن تیمیہ سے بالکل علیحدہ ہو چکی ہے (سنن البکری جلد ۲ ص ۲۲۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں
استادہ صرح (تعلیق المغنی ص ۳۴) اور ان سے ایک روایت ہوں آتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی
کو سٹھ طلاقیں دے دی حضرت ابن عباس نے یہ فتویٰ دیا کہ تین طلاقیں تو واقع ہو چکی ہیں باقی
ساتھ کے ساتھ تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ مخرہ کیا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) موطا
امام مالک ص ۱۹۹۔ دلفینی جلد ۲ ص ۳۳۳ و طحاوی جلد ۲ ص ۳۳۳ و سنن البکری جلد ۲ ص ۲۲۳

اور ان سے ایک روایت اس طرح آتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار
طلاقیں دے دی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو واقع ہو چکی ہیں باقی کو سٹھ
تیرے لیے دیال جان ثابت ہوں گی (محصل سنن البکری جلد ۲ ص ۲۲۳)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے
دی تو حضرت ابن عباس نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا
کہ تین طلاقیں ہی واقع ہو چکی ہیں اور اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہی اس تک کہ
وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے (سنن البکری جلد ۲ ص ۲۲۳)

چودھویں دلیل

حضرت معاویہ بن ابی عقیس انصاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور
عاصم بن عمروؓ کو مجلس میں بیٹھا ہوا تھا سننے میں حضرت محمد بن ایاس بن بکر تشریف لائے اور
پوچھنے لگے کہ ایک دیہاتی گنوار نے اپنی بیوی کو قتل کیا ہے جس سے ابھی تک جہدہ سی نہیں
کی گئی (کو تین طلاقیں دے دی ہیں اس کے پاس میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن
زبیرؓ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے پوچھو میں ابھی ان کو حضرت عائشہؓ کے
پاس چھوڑے گا ہوں مگر جب ان سے سوال کیا کہ تو واپسی پر ہمیں بھی سندسے آگاہ کرنا جب
سائل ان کے پاس حاضر ہوا اور دریافت کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ
فتویٰ دیکھو لیکن سوچ سمجھ کر بتاؤ کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک
طلاق اس سے طہر ہو گئی ہے کافی تھی اور تین طلاقیں سے وہ اس پر حرام ہو گئی ہے لہذا

کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے سختی تک ذوالحجہ اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی
فتویٰ دیا (موطا امام مالک ص ۲۵۹ طحاوی جلد ۲ ص ۳۹۹ و سنن البکری جلد ۲ ص ۲۲۳)

پندرہویں دلیل

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ میں نے
اپنی بیوی کو دو سٹھ طلاقیں دے دی ہے۔ اب کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تجھے کیا فتویٰ دیا گیا
ہے؟ اس نے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عورت اب مجھ سے بالکل الگ اور حرام ہو گئی ہے۔
حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے سچ کہا ہے (موطا امام مالک ص ۲۵۹ طحاوی جلد ۲ ص ۳۹۹)

میں خود بخود یہاں کے لفظ بھی ہیں۔

سولہویں دلیل

حضرت عمران بن حصیبؓ میں مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے یہ سوال
کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی ہیں اب وہ کیا کہے؟
حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ اُس نے رب تعالیٰ کی مافوقی کی ہے اور اس کی بیری اس پر حرام
ہو گئی ہے۔ سائل واپس سے چل کر حضرت ابوہریرہؓ الا شریؓ کے پاس پہنچا اور اس خیال سے
اُس نے ان سے بھی سوال کیا کہ وہ شاید اس کے خلاف فتویٰ صادر فرمائیں مگر حضرت
ابوہریرہؓ نے حضرت عمرانؓ سے جھجھک کر کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں ابوہریرہؓ سے کئی
مزید یہ کہ (سنن البکری جلد ۲ ص ۲۲۳ و سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۲۲۳) ابوہریرہؓ حضرت عمرانؓ سے جھجھک کر
کی کیفیت تھی (امحال ص ۲۲۳)۔

سترہویں دلیل

ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا
کہ ایک شخص نے جہدہ سی سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں وہ کیا کرے؟ اس پر
حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ کنواری کی طلاق تو ایک ہی ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ
نے اُس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو قصہ گور ہے ایک طلاق ایسی عورت کو حرام کر

دستی ہے اور تین اس کو حرام کر دیتی ہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے (مسند امام
شافعی جلد ۲، موطاوی جلد ۲ ص ۲)

انکسار ہوں دلیل۔

ایک شخص نے اپنی غیر مطلقہ بہن یا بیوی کو تین طلاقیں دے دیں پھر اس کا خیال بدلا اور
وہ اس سے نکاح کر لے اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے فتویٰ طلب کیا
ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ تم اس سے نکاح نہیں کر سکتے مابقیہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے
اس شخص نے کہا کہ اس کی بیوی طلاق ہوئی ہے اس شخص نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے
اپنا وہ اختیار کھو دیا ہے جو تمہارے ہاتھ اور بس میں تھا (مسند امام شافعی ص ۲)

انیسویں دلیل

حضرت حمادؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گیا اور اس
نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں اب کیا صورت ہو؟ انہوں نے جواب
دیا کہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تجھ پر کھساری بیوی حرام ہو گئی حتیٰ کہ وہ تمہارے بغیر
کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ (جامع المسانیب جلد ۲ ص ۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور
حضرت حمادؓ نے بن مسعودؓ سے اور بھی متعدد صحیح روایات اس سلسلہ میں موجود ہیں مگر ہمارا
مقصود دلائل اور براہین کا استیعاب نہیں بلکہ اپنے دعویٰ کو مدلل اور میر تک کہنا ہے جو بحمد اللہ
تعالیٰ بخوبی آشکارا ہو چکا ہے حافظ ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ۔

فقد صحیح بالمشافہ عن ابن مسعودؓ بلاشبہ حضرت ابن مسعودؓ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ
وعلیؓ و ابن عباسؓ بالاتفاق سے یہ ثابت ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو کچھ تین
لن ادفعہا جملہ وصح عن ابن عباسؓ طلاقیں دے دی ہوں تو یہ حضرت اس کے تین تہ تین
انہ جعلہا واحدة ولم یفقد وہی کہ تین دیکھتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی

طی نقل صحیح عن غیرہ من ثابت ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں کو دیگر مطلقہ کی طرح ہی
الصحابۃ بذاتہم میں معتد کیا ایک قرار دیا اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ

(امام جلد ۲ ص ۲) صحابہ کرامؓ سے ہر کسی نقل صحیح پر گواہ نہیں ہو سکتے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ ایک مجلس کی تین
طلاقیں کو تین ہی سمجھتے تھے اور بقول حافظ ابن القیمؒ ان سے اس قول کے ثبوت میں کوئی شک
بشیر نہیں ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے
تین کو ایک ہی قرار دیا ہے لیکن یہ قول مطلق نہیں بلکہ صرف غیر مطلقہ کے بارے میں ہے
جس کی بھٹ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آ رہی ہے اور بقول حافظ ابن القیمؒ ان کے علاوہ
کسی اور صحابی سے اس بارے میں کچھ بھی منقول و ثابت نہیں ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ
تین طلاقیں کو ایک قرار دینے میں کسی صحابی سے صحیح طلاق کچھ ثابت نہیں ہے بحدت تین
طلاقیں کو تین قرار دینے کا ثبوت تو متعدد حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کماثر۔

بیسویں دلیل

حضرت سلیمان بن جعفر الانصاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفرؒ سے سوال کیا کہ کچھ
لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے حیثیت میں بیٹلا ہو کہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو ان کو
نکاح کی طرف لوٹا یا جیسے گا اور اس صورت میں صرف ایک ہی طلاق واقعی ہوگی۔

یروونہا تکمر قال معاذ اللہ ما هذا اور لوگ اس کو آپ حضرات کے حوالہ سے بیان
قولنا من طلق ثلاثا فہو حکما قال کر لے ہیں انہوں نے فرمایا کہ معاذ اللہ تعالیٰ ہمارا
دفعہ الکبریٰ جلد ۲ ص ۲) بقول ابن القیمؒ جس شخص نے تین طلاقیں دے دیں تو وہ تین ہی ہیں

اس سے ثابت ہوا کہ اصل بیعت کی طرف تین طلاقیں کے ایک ہونے کی جو نسبت کی جاتی
ہے وہ قطعا غلط اور یقیناً بے بنیاد ہے اور حضرت اہل بیتؑ بھی دیگر حضرات کے جہنم میں
اور تین طلاقیں کو تین ہی سمجھتے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا صحیح احادیث آثار حضرت صحابہ کرامؓ

اور تین انصاریؒ شریعہ کو جو انصاف ہے بلکہ یہ حدیث اور تین تہ تین کا یہی ہے بلکہ یہ کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں

یلفظ واحد

قصّة كبار العلماء

حکومت محمودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعہ

علماء حرمین

اؤنگھ کر دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کر رکھی ہے جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے، بلکہ خود بادشاہ بھی اس کا پابند ہے،

امس مجلس میں "طلاق ثلاثہ" کا مسئلہ پیش ہوا

مجلس نے اس مسئلہ سے متعلق قرآن و حدیث کی فتوؤں کے علاوہ تفسیر بیہشت کی میتا لیس

کتابیں کھٹکانے اور سیر حاصل بحث کے بعد بالاتفاق واضح الفاظ میں فیصلہ دیا ہے

ایک لفظ سے ادنیٰ بھی تیرے مطلقین بھی تیرے ہی ہیں

یہ پوری بحث اور مشفقہ فیصلہ حکومت سعودیہ نے زیرِ نظر رسالہ

میں شائع کیا ہے، غایہ عقلدین اکثر مختلف فیہ مسئلہ میں راہ حل حرمین کے عمل کو بطور

محبت پیشہ یار تھے، یہ فیصلہ سب علماء حرمین کا ہے اسلئے غیر مقلدین پر چڑھتے

(ماخوذ از احسن الفتاوی ص ۲۳۵)
۵۲۰

باب دوم

ضروری معلوم ہو کہ جب ہم اس باب میں اُن حضرات کے دلائل کا ذکر بھی کریں تو فرقہ
دہی گئی تین ملاقاں کو ایک کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت تصور کر کے دونوں رخ سے آجائیں اور
صحیح طور پر دلائل کا موازنہ ہو سکے کہ کون سی قطعہ کارروائی سے حقیقت سے نہیں آ سکتی ہے
کہ وہ خدا کا شایع ہے۔

چہلی و سہ

حضرت طاہرؑ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؑ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوہِ ابراہیمؑ کے گرد جو حضرت عمرؓ کے راجم خلافہؓ کے بتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک ہی جوتی تھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں! اپنے اپنے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے حالانکہ ان کو سوچنے اور سمجھنے کا وقت حاصل تھا۔ یہاں کیوں نہ ان کو ان پر نافذ کر دیں تو حضرت عمرؓ نے ان پر تین ہی نافذ کر دیں۔ (مسند احمد ص ۱۱۲) و مسلم جلد ۱ ص ۲۷۸ و ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۶ و سنن الکبریٰ جلد ۱ ص ۲۹۶)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ابو العباسؓ نے یہ سوال کیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا علیہ وسلم اور حضرت ابو جریجؓ اور حضرت عذیرؓ کی امارت کے ابتدائی تین سال میں تین ملازموں کو ایک بھی کیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تا۔ ب۔ (مسلم ص ۴۸۴) اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ابو العباسؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ آپ اپنے حبیب و غریب اور زالی باقوں میں سے کوئی بات

میں منکر کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیں تین طلاقوں کو ایک نہیں کیا جاتا تھا، انہوں نے فرمایا کہ ان ایسا ہی ہوتا رہا پس جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے پہلے درپے اور پھر تار ملائیں دینا شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ نے ان پر وہ فائدہ نہیں (مسلم جلد ۱ ص ۲۷۸) ان سنوت کا بیان ہے کہ اس روایت سے معلوم ہو کہ اصل سنت جس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں عمل ہوتا رہا اور اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ذہن دور میں اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو تین سال میں جو معمول تھا وہی تھا کہ تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا اور یہ ایک بہت بڑی ذوقی دلیل ہے حافظ ابن القیمؒ نے غاشۃ اللہ فیما زاد المعاد اور اعلام الموقعین وغیرہ میں اس پر بڑے کلام کیا ہے اور اسی طرح نواب صدیق حسن خانؒ نے دلیل الطالب میں اور مولانا شمس الرحمن صاحب خلیفہ آبادیؒ نے عون المعبود اور تعلیق المغنی میں اور مولانا شمس الرحمن صاحب فتاویٰ شمشادہ میں اور اسی طرح دوسرے حضرات نے اس روایت کو اپنے ذخیرے پر قاطع اور ناظرین دلیل تصور کیا ہے نواب صاحب اسی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جاسے پاس ایک ایسی دلیل ہے جو تمام دلائل کا گلا گھونٹ سکی ہے، وہ دور الاحوال ص ۱۸، اور اسی روایت کے پیش نظر حافظ ابن القیمؒ مورخ میں اکثر تقریر فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو اجماع کی خوشی ہے تو پہلا اجماع یہی ہے کہ تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں جس پر ہزار ماہ صیہ کرم عمل پیر تھے اور فرماتے ہیں کہ مرد شکاری کے لحاظ سے بھی ہم غالب ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک عہد اور حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں ہزار حضرات صحابہ کرام اسی نظریہ کے قائل تھے انہوں نے مرد شکاری کے لحاظ سے بھی ہمارے بھاری ہے۔ (ملاحظہ ہو زاد المعاد و اعلام)

۵۵۰ وصلہ وغیرہ ملاحظہ

الجواب: مجموعہ کی طرف سے اس کے کوئی جوابت دیئے گئے ہیں جن میں سے بعض کو ہم یہاں انادہ کے لیے نقل کرتے ہیں جن میں سے بعض روایتیں پہلے کے حامل ہیں اور بعض روایتیں جانب پر حاوی ہیں۔

۱۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس روایت کی تخریج نہیں کی محض اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ کی مجلس صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ (مجلسین مکتبہ عربیہ ۲۲۷) نیز فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیرؓ بخاریؒ بن ابی رباحؓ حجازیؓ عکرمہؓ مکرہونؓ دینارؓ، کثابہ بن الحارثؓ محمد بن یاسینؓ بن جبیرؓ اور حارث بن ابی عیاشؓ الانصاریؓ مقام (فقد اور شہور) اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے (سنن ابی یزید جلد ۲ ص ۲۳۸) اور حافظ ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے جلیل القدر شاگرد مثلاً حضرت سعید بن جبیرؓ، عکرمہؓ، حارث بن دینارؓ اور ان کے علاوہ ان کے شاگردوں کی ایک خاصی جماعت اس کے خلاف روایت کرتی ہے صرف ملائق اس پر ہی جماعت کے خلاف روایت کرتے ہیں (در بیان الجہد جلد ۲ ص ۱۸۸)

نوٹ ضروری: حضرت ملائق کی تو وہ اپنی روایت میں بھی غیر متزلزل بہا کی تھی مگر وہ ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان المارونیؒ الحنفیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) لکھتے ہیں کہ۔

ذكر ابن ابی شیبہ بسند رجالہ محمد بن ابی شیبہ نے سند کے ساتھ جس اشاعت عن طاؤس و عطاء و حجابہ کے تمام راوی تھے جن سے طاؤسؓ عطاءؓ و حجابہؓ بن زید اقمہ قالوا اقاطلقہا زیتر سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے زیترؓ ثلاث قبل ان یدخل بہا فہی کوئی شخص اپنی غیر متزلزل بہا کی تھی اور واحدہ راوی تھے جن سے طاؤسؓ عطاءؓ و حجابہؓ دوسرے قوہ ایک ہی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ملائقؓ کی اپنی روایت بھی مطلقاً تین طلاقوں کو ایک کرنے کے حق میں نہیں ہے بلکہ یہ غیر متزلزل بہا سے مخصوص ہے۔ اس لیے حضرت ملائقؓ کی یہ روایت بھی اس شبہ کو مزید تقویت دیتی ہے کہ یہ روایت مطلق نہیں ہے اور اس کو اطلاق پر مدغم نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان المارونیؒ الحنفیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ۔

هذه الرواية وهم وغلط
موسلم کی روایت وہم اور غلط ہے۔

والجود النقی جلد ۱ ص ۳۳

اور قاضی شوکانی بھی امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ۔

کل اصحاب ابن عباس رووا عنہ حضرت ابن عباس کے تمام شاگرد حضرت ابن

خلاف مافال طاؤس ۱۹۷۱ عکاش سے اس کے خلاف روایت کرتے ہیں جو

شیخ الاوطار جلد ۱ ص ۲۹۹ طائوس نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب ہے (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۹۷) امام ابن

العربی، ابی شامہ، ترمذی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں کلام ہے لہذا یہ روایت اجماع ہے

کیسے ترمذی پا سکتی ہے؟ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۹۷) علامہ ابو نعیم بن النعمان اپنی کتاب

الناسخ والمنسوخ میں لکھتے ہیں کہ طاؤس اگرچہ مرسل ہے لیکن حضرت ابن عباس

سے بہت سی روایات میں متفق ہیں، اہل علم ان روایات کو قبول نہیں کرتے مگر ان کے

ایک روایت وہ بھی ہے جس میں انہوں نے حضرت ابن عباس سے تین طلاؤں کے ایک

ہونے کی روایت کی ہے لیکن صحیح روایت حضرت ابن عباس اور حضرت علی سے ہی ہے

کہ تین طلاؤں تین ہی ہوتی ہیں، راستی بخوار علامہ ابو نعیم جلد ۱ ص ۱۹۷ حضرت مولانا ابی نعیم

صاحب اعلیٰ (بلا شک عاقل ابن النعمان) اور قاضی شوکانی وغیرہ نے وہم اور اضطراب وغیرہ

کا جواب دینے کی سعی کی ہے لیکن حلال و حرام کے مسئلہ میں ایسی روایت پر جس پر جو طائوس

نہ ہوں اور خود اس کے راوی حضرت ابن عباس سے ہی اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہوں کہ جو

مادر بھی پا سکتی ہے اور حضرت ابن عباس کے شاگرد جو اس روایت کے بیان کرتے ہیں

متفق ہیں (یعنی حضرت طاؤس) وہ بھی اس کو غیر مدخل بہائے تنبیہ اور مخصوص سمجھتے ہوں

۱۔ اسی پر فتویٰ دیتے ہوں۔ پھر یہ کہ جو اس کو طر بنا یا پاسکتا ہے؟

یہ یاد ہے کہ اس روایت میں ابو الصبیح کا ذکر بھی آیا ہے لیکن وہ راوی نہیں ہے

روایت حضرت ابن عباس سے نہ حضرت طاؤس سے نہ ہے، ابو الصبیح کا ذکر حضرت

سائل کے طور پر آیا ہے جو اس نے حضرت ابن عباس سے سنا لیا ہے اور مختلف

ہیں بعض محدثین انکو نقل کرتے ہیں لیکن امام ابن عبد البر ان کو قبول کرتے ہیں والجوہر النقی

جلد ۱ ص ۳۳ اور امام نسائی ان کو تضعیف کرتے ہیں (میزان مہد ص ۳۳) و نیز ابی نعیم

جلد ۱ ص ۳۳ اور ترمذی نے اس سے کہ وہ صحابی ہرگز نہ تھے لیکن حضرت کی بات ہے کہ ان

کو تو یہ معلوم تھا کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور عمر صدیقی

اور حضرت فاروقی کے ابتدائی دور خلافت میں تین طلاؤں کو ایک کیا جاتا تھا مگر حضرت

صحابہ کرام اس حکم سے بالکل واقف تھے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر فرماتے تین طلاؤں

کو تین ہی فدا کیا تو کسی صحابی نے اس کے خلاف ایک حرف بھی نہ کہا کہ حضرت آپ

کیا کرتے ہیں؟ سنت نبوی رحلی صاحب الف الف الف تحفہ) تو قبول ہے اور دور وہ

تھا جس میں عمر تین ہی حضرت عمر کو سائل ہیں روایتیں جتنی بھی ایک ہی لی نے حضرت

عمر کو زیادہ سہرہ مقرر کرنے کی تلقین پر عین خطبہ کے موقع پر روکا تھا اور دیکھنے دفع الملوام

عن النکاة ابو علام ص ۱۷۰ لفظ بن تہیجہ اور پھر اعلیٰ کی بات یہ ہے کہ ابوالعینا

بھی اس کو انجمنی عجیب و غریب اور مذلی بات سے تعبیر کرتے ہیں کہ بات سابق اور انہوں

ہو چکی تو یہ کوئی ذلی اور انوکھی بات تو نہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ جو طائوس کے علم کا

سے نہ تو طائوس میں اور اس پر عمل پیرا ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ یہ اللہ علی الجعاعۃ

۱۔ حضرت ابن عباس کا مال کہہ کر اثبات میں جواب دینا اور بجا ہے مگر مطلق

نہیں بلکہ یہ حکم صرف غیر مدخل بہائے تنبیہ سے ہے اور وہ بھی جب کہ اس کو تفرق طور پر ایک

ی۔ یکس میں انت طالق، انت طالق، انت طالق کہہ کر تین طلاؤں دی گئی ہوں جس کی

بحث انشاء اللہ العزیز مختصر جیب آوی ہے۔

فائدہ: اگر غیر مقلدین حضرت کے نزدیک مسلم ہیں حضرت ابو نعیم الاشرعی کی حدیث میں

واذا قرا فافہموا کا جملہ (جو اپنے مقام پر دلائل قاطعہ سے ثابت ہے ملاحظہ ہو سنن

مقدم) شاذ ہو سکتا ہے حالانکہ اس حدیث کا راوی متفقہ بھی نہیں تو طاؤس کی روایت

میں الیادیم کیوں نہیں ہو سکتا؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

دویم کسی چیز کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زاد اسٹی طبعی
عہد متعلق ہیں) ہوتا اس کا تصدیقی نہیں کہ وہ کام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
حکم اور اجازت ہوا ہو بعض کام ایسے بھی تھے جو آپ کے عہد مبارک میں ہوتے تھے لیکن آپ
ان کی خبر تک نہ تھی تو ایسے امور کا جو ان کے بعد ثابت ہو سکتا ہے؟

حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جنابت کے
لیے تہتم کرتے وقت سر سے پاؤں تک سارے بدن پر پیلے کچا کھانسی ملی تھی مگر جب آپ کو
اس کا علم ہوا تو آپ نے ان کی اس کاروائی میں تغلیط کی (بخاری ج ۱ ص ۱۸۷) اور حضرت عائشہ
نے جمالت جنابت پانی نہ ملا تو نماز ہی نہ پڑھی (بخاری ج ۱ ص ۱۸۷) اور اس قسم کے بیہوش
واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ لگایا آپ کے عہد میں ہونے کی وجہ سے یہ سب کام
جائز ہو گئے؟ اور حدیث مذکور تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ہے نہ فصل بھر
اس کو کیونکر حجت قرار دیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ مشہور ظاہری محدث علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ

فليس شيء منه انه عليه الصلاة والسلام هو الذي
جعلها واحدة اوردها الخ
الواحدة وان انه عليه الصلاة
والسلام علم بذلك فافترى وان
سجد الا فيما صح انه عليه الصلاة
والسلام قاله اوفعله او علمه
فلم يشكده اه
ومحلى عليه الصلاة والسلام

علامہ ابن حجر مکی کے اسی بیان اور اس نظر سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث سہلے سے

مرفوع ہی نہیں ہے کیونکہ مرفوع حدیث کے متوال اقسام (قولی، نقلی اور تقریری) اسے رہنما
ہے اور حجت تو صرف آپ کی حدیث میں ہے کسی غیر معصوم کے غیر معصوم قول میں کو حجت نہیں
ہے کہ جو کچھ اس نے کہہ دیا وہ حرف آخر ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ نہ تو حدیث عمر فاروق نے اس غرض
حکم کی مخالفت کی کچھ پر راکی اور نہ خود راوی حدیث حضرت ابن عباس نے اس کی مخالفت کی، اگر
حضرت ابن عباس کو یہ معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا زمانہ اور عہد
صدیق میں بلا کسی تبیین حدیث کے مطلقاً تین مطلقوں کو ایک کیا جاتا تھا اور یہ وجہ حضرت عائشہ
نے اس کے خلاف حکم صادر فرمایا تھا تو حضرت ابن عباس پر لازم تھا کہ وہ بخواتین حدیث
مذکورہ راجع نہ ہو مگر فلیعبدہ الخ حدیث اس کے خلاف ضرور آواز بلند کرتے اور تعجب تو
یہ ہے کہ حضرت ابن عباس غرض غرضی ہی تین ہی کاشیتے ہیں اور یہ شہ بات ہے کہ کسی
راوی کا اپنی مروی حدیث کے خلاف کمال اور فتویٰ دینا بلکہ وہ منسوخ وغیرہ نہ ہوں اس کی خلاف
وفاقا ہوتے پر ان کا لازم ہوتا ہے تو اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے کا دعوا اللہ تعالیٰ بغیر
مدول ہونا لازم آتا ہے حالانکہ حدیث صحیحہ کا بھی مدول تھے اور یہ بھی اصول کا محکم ہے کہ
حدیث سے حدیث صحیحہ کو کلام کی مخالفت پر حق آتا ہو، اس کے راوی اگرچہ کیسے ہی ثقہ کیوں
نہ ہوں وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ ان تمام قرائن و شواہد سے بھی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے
کہ حضرت ابن عباس کی یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہرگز محمول نہیں ہے۔

سوم حضرت امام باقر علیہ السلام کے ساتھ حضرت امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ اچھے
نہیں کہ یہ روایت جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے منسوخ ہو ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک حکم ان کو معلوم ہوا اور پھر وہ دیدہ و دانستہ اس
کے خلاف عمل کرتے اور فتویٰ شیعہ ہوں محض سنن البخاری جلد ۱ ص ۳۵۵) اور ان کا یہ شواہد
بعد از قیاس نہیں ہے کیونکہ مطلق کے سلسلہ میں پہلے تین مطلق ہیں جسے پہلے کے بعد بھی
رجوع کیا جاسکتا تھا جو بعد کو منسوخ ہو گیا چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے ہی روایت
ہے کہ پہلے تین مطلقوں کے بعد رجوع ہو سکتا تھا مگر بعد کو یہ حکم منسوخ ہو گیا (روای جلد ۱ ص ۳۵۵)

والیور و زید علیہ السلام اور امام ابو ذر غفاریؓ حضرت ابن عباسؓ کی مجلس کی روایت کہ ابی بکرؓ نے نسخۃ المراجعة بعد الطلیقات الثلاث کے تحت داخل کر کے اس کی فتح کو ثابت کیا ہے (ملاحظہ ہو البزازی جلد ۲ ص ۲۹۸) اور علامہ ابو یوسف محمد بن یوسفؒ الحجازی الشافعیؒ (متوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ پہلے تین طلاق کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا مگر بعد کو بلا جماع یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ غلام قرآن حدیث اسی پر وال ہیں کہ کتاب الاعتقاد ص ۱۱۱ اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ کے حوالہ سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا جملہ بیعت فی فتح کے علم کے باطل نہیں ہو سکتا اور حافظ ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے کہ جب کسی ستر پر جماع ہو گیا ہو تو لا محالہ ان کو نسخہ کا علم ہو چکا ہوگا اگرچہ بعض سے نسخہ نسخہ مخفی رہ جائے اور چونکہ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اس حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے اس لیے یہ واضح قریب ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب تین طلاق کے تین ہونے پر اجماع ہو گیا اور اجماع و جور ناسخ کی دلیل ہے، تو حضرت ابن عباسؓ مطمئن ہو گئے اور اس کے خلاف فتویٰ دینے سے ورنہ اپنی مروی حدیث کے خلاف ان کا فتویٰ صاف دلائل تعالیٰ ان کی عدالت پر اثر لازم ہوگا۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ کہتے ہیں کہ:

و مخالف روایت راوی از برائے مروی دلیل است بر آنکہ راوی علم ناسخ و رد

چہ حمل آں بر سلامت واجب است (دلیل الطالب ص ۲۶۹)

قاضی شریکانی نے حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کے اس حدیث کے خلاف ہونے کی ایک وجہ بیان اور قبول جانا بھی لکھا ہے (ملاحظہ ہو زیل الاوطار جلد ۲ ص ۲۹۸) مگر یہ وجہ بالکل مردود ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے متعدد مواقع پر حضرات صحابہ کرامؓ کو تابعین عظامؓ کی موجودگی میں یہ فتویٰ دیا ہے تو کیا کسی موقع پر بھی ان کو اپنی مروی حدیث یاد نہ آئی؟ جب کہ ان کے بغیر روایت صحیح سند کے ساتھ کسی اور صحابی سے مروی نہیں ہے۔ سچہ یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر متفقہ عالم مولانا محمد عبدالقدوس صاحب روپڑیؒ (متوفی ۱۳۸۵ھ)

کہتے ہیں کہ: امام شریکانی نے جو بیرونی روایات بیان کی ہے یہ بالکل ٹھیک نہیں البتہ ایک مجلس کی تین طلاقیں غیر متفقہ حدیث روایت ہے

چہ دوم، حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور عہد صدیقی میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس عہد میں عورت ایک وقت میں بجائے تین طلاقوں کے صرف ایک طلاق دی جاتی تھی (اس کے بعد اگر زمانہ مناسبت سمجھتا تو دوسرے اور تیسرے طہر میں مزید طلاق دیتا ورنہ ایک طلاق پر ہی اکتفا کر لیتا اور عدت گزار جانے کے بعد عورت اس کے نکاح سے آزاد ہو جاتی، اگرچہ تین کا ثبوت بھی اس سیدک عہد میں ہے جیسا کہ حضرت محمد بن بکرؒ وغیرہ کی روایت با حوالہ پہلے گذر چکی ہے مگر نسبتاً ایسا کم ہوتا تھا لیکن بعد کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تین کا رواج بکثرت ہو گیا اور انمول نے تین ہی کو لوگوں پر نافذ کر دیا اور حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد اس کی تائید نہ کہ نکتہ کثرت یعنی ان کے نزدیک اس کا رواج و یا لیکن لوگ اس جملہ بانی سے کلام لینا شروع کر دیا ہے لیکن جب لوگوں نے اس کا التزام کیا ہے تو ہم بھی ان کو ان پر نافذ نہ کئے دیتے ہیں اور ایک روایت میں متابع الناس فی الطلاق کے

الفاظ آئے ہیں کہ عہد ناری میں لوگوں نے لگاتار طلاق دینا شروع کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ عدد اور گفتی کے لحاظ سے تو تین طلاقیں ہوتی تھیں مگر شمار میں ایک ہوتی تھی اور اس مطلب کے لیے مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ (متوفی ۱۹۵ھ) کی روایت دلیل اور قریب ہے جو حضرت ابن ابی شیبہؒ وغیرہ میں آئی ہے۔

کاذا ایستحبوا ان یطلقوا واحدة کہ وہ حضرات اس کو مستند کرتے تھے کہ شریعت کے احکامات میں تین طلاق تھیں۔ یہی کہوت ایک ہی طلاق دی جائے جس کو کچھ روایات و روایہ جلد ۲ ص ۲۹۸ و روایہ ص ۲۹۸ دیا جائے یہاں تک کہ تین میں اس پر گنہگار ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت باسناد صحیح ہے (درایہ ص ۲۲۶)

اور حضرت جلیل الامام عبد اللہ بن عبد الحکیم البزازیؒ (متوفی ۷۶۸ھ)

حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ۔

معنی هذا الحديث هندی انما اس حدیث کا میرے نزدیک یہ مطلب ہے کہ تطلقون انکم ثلاثا کا انوار بطلان ہے۔ پھر تم (اب کھٹی) تین طلاقیں دیتے، حضرت واحدہ فی زمن النبی صلی اللہ علیہ صحابہ کو کم و غیر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسلم والی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ مکہ زمانہ اور حضرت البرکۃ اور حضرت عمرؓ کے دور (سنن الکبیری جلد ۲ ص ۲۳۳) میں عورت ایک ہی طلاق دیا کرتے تھے۔

اور اس حدیث کا یہی تفسیر امام نوویؒ امام خطابیؒ، امیر غسانی اور علامہ زرقانیؒ بھی ذکر کرتے ہیں (ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۴۵، معالم السنن جلد ۲ ص ۱۲۷، بل السلف ج ۲ ص ۱۲۷، زرقانی شرح موطا جلد ۲ ص ۱۹۷) مگر اس لحاظ سے حضرت ابن عباسؓ نے لوگوں کی عادت بدلنے کا ذکر کیا ہے، ذکر کی سلسلہ کے حکم کے تغیر کا (ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۷) لہذا یہ روایت اس متنازع فیہ مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اور چونکہ ایک مجلس کی تین طلاقیں کے ایک ہونے کا کسی اور صحیح روایت سے ثبوت نہیں ہے، اصول حدیث کے لحاظ سے صرف یہ روایت صحیح ہو سکتی تھی اور جب اس سے یہ مسئلہ ثابت نہ ہوا تو تین طلاقیں کو ایک کرنے اور کہنے والے بالکل بلا دلیل رہ گئے اور مجبور کے پاس علاوہ اجماع کے اور بھی معتد صحیح دلائل موجود ہیں کما مقرر۔

پانچم۔ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو اگر اپنے ظہر پر ہی عمل کیا ہے اور بطرح سے اس کو بے غبار کیا جائے تو پھر اس کا ان صحیح روایات سے تعارض لازم آئے گا جو مجبور کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہے تو تعارض کی صورت میں بھی مجبور کی طرف سے پیش کردہ احادیث اور دلائل کو کئی وجوہ سے ترجیح ہوگی، اقل یہ کہ علامہ الحارثی الشافعیؒ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر ایک طرف کی حد ظاہر قرآن کے موافق ہو اور دوسری نہ ہو تو جو حد ظاہر قرآن کے موافق ہوگی، اسی کا اعتبار ہوگا۔ (کتاب الاعتقاد ص ۱۱) اور پہلے باحوالہ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مجبور کی اصل

ظاہر قرآن کے موافق ہے اس لیے اسی کو ترجیح ہوگی، دوم یہ کہ ایک حدیث پر مجبور ہوتا ہے کما عمل ہو اور دوسری پر نہ ہو تو اس حدیث کو ترجیح ہوگی جس پر (مجبور) امت کا عمل ہے کہ غیر یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے بخلاف دوسری کے (ملاحظہ کتاب الاعتقاد ص ۱۱) اور یہ بات بھی پہلے باحوالہ عرض کی جا چکی ہے کہ تقریباً بھی حضرات صحابہ کرامؓ اور جبر امت کما اسی پر اجماع ہے کہ بیک دفعہ دو یا تین طلاقیں تین ہی ہوں گی لہذا تین طلاقیں کے واقع ہونے والی احادیث ہی کو ترجیح ہوگی، سہم یہ کہ جب مجرم اور علیہ کا تعارض ہو تو مجرم کو ترجیح ہوتی ہے (کتاب الاعتقاد ص ۱۱) اور مجبور ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن سے تین طلاقیں کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں جو حضرات تین کو ایک قرار دیتے ہیں وہ گنجائش پیدا کر کے اباحت کی دلیل پر عمل پیرا ہیں تو مجبور کی دلیل کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہ مجرم ہے۔ الحاصل اس قسم کی اور بھی کئی وجوہات ترجیح بیان کی گئی ہیں مگر ہمارا مقصد سب کا احاطہ نہیں ہے۔

ششم۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت طلوع نہیں بلکہ غیر غروب کے بارے میں ہے یعنی یہ روایت ایسی عورت کے حق میں ہے جس کے ساتھ کبھی تک خاوند نہ ہو سکی نہیں کی اور اسے بول طلاق دی ہے انت طالق انت طالق انت طالق اس غیر غروب کی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور دوسری اور تیسری طلاق کا وہ محل نہیں رہی چنانچہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی غیر غروب کی بیابوی کو کہے انت طالق انت طالق انت طالق تو پہلی طلاق واقع ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ (کتاب الیم جلد ۵ ص ۱۱۱) حضرت امام بیہقیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت البرکۃ بن عبد الرحمن بن الحارث سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی غیر غروب کی بیابوی کو کہا انت طالق، پھر کما انت طالق اور پھر کما انت طالق تو پہلی طلاق سے وہ جدا ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری کے حق میں وہ بالکل اجنبی رہیگی (ملاحظہ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۵۵) اور امام بیہقیؒ نے یہی قول حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ذہبؓ، بن ثابتؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت

امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف کا نقل کیا ہے (طحاوی جلد ۱ ص ۳۵۵) امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ یہی قول ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے (مصابیح جلد ۲ ص ۱۵۵) امام ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام ابو یوسف سے یہ فتویٰ نقل کیا ہے (کتاب آداب) ملاحظہ فرمائیے (مصابیح جلد ۲ ص ۱۵۵) امام ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ بطریق فتاویٰ حضرت ابن عباس سے بھی وہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں غیر منقول رہا کی قید موجود ہے۔

چنانچہ حضرت فتاویٰ :-

عن مکرمہ وعطاء وطائس جابر حضرت عمرؓ، عطاء، طاؤس اور جابر بن زید بن زبید علیہ۔ ویرویہ عن ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ سب حضرت ابن رضی اللہ عنہ اند قال ہی واحدة ہمیشہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ بابتہ یعنی فی الموجہ یطلق زوجہ شخص اپنی غیر منقول بہا بیری کو تین طلاقیں دیتا ہے ثلاثا قبل ان یدخل بہا الخ تروہ اس کے حق میں ایک بائن طلاق ہوتی ہے۔ (سنن الکبریٰ جلد ۳ ص ۳۵۵)

اور یہی قول حافظ ابن القیم نے حضرت طاؤس اور جابر بن زید سے نقل کیا ہے کہ غیر منقول رہا کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہے (افغانیہ جلد ۳ ص ۳۲۲) اور پھر یہ کہتے ہیں کہ غیر منقول رہا کے بارے میں ایک طلاق بائن حضرت ابن عباس کے نزدیک اس صورت میں ہوگی جب کہ وہ فتنہ نہ ہو مگر متفرق طور پر انت طلاق، انت طلاق، انت طلاق کے الفاظ سے ہو اور اپنی سند کے ساتھ امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ :-

عن ابن عباس فی رجل طلق امرأته وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ثلاثا قبل ان یدخل بہا قال عقدہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو ہتھی خانہ ببیدہ و امسلاہا جميعا و اذا قبل کلمتی تین طلاقیں سے ڈالیں تو جو اختیار اس کے ہاتھ میں تھا اس کے گھڑے اس کو ضائع کر دے اور اگر کچھ بچ رہے تھے تین طلاقیں دے جس کی کبری

بئن طلاق، انت طلاق، انت طلاق، انت طلاق امام سفیان ثوری نے یہی کہہ کر اس کو مانتا ہے (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۳۵۵) امام ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے یہ فتویٰ نقل کیا ہے (کتاب آداب) ملاحظہ فرمائیے (مصابیح جلد ۲ ص ۱۵۵) امام ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ بطریق فتاویٰ حضرت ابن عباس سے بھی وہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں غیر منقول رہا کی قید موجود ہے۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی غیر منقول رہا کی قید ملحوظ ہے اور پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت طاؤس بھی حضرت ابن عباس کے نزدیک تکرار کی طرح حضرت ابن عباس سے غیر منقول رہا سے متعلق ہی ان کا یہ فتویٰ نقل کرتے ہیں اور حافظ ابن القیم امام ابن المنذر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر طاؤس بن الجعدی عطاء اور عمر بن زید یہ فرماتے تھے کہ جس نے نواری دہنی غیر منقول بہا کو تین طلاقیں میں تروہ ایک ہی ہوگی (افغانیہ جلد ۳ ص ۳۲۲) تروہ واضح فریبہ ہے کہ حکم کی روایت میں قبل ان یدخل بہا کا جملہ چھوٹ گیا ہے اور یہ کوئی مستبعد امر نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن مسعود سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس سے یہ الفاظ آئے ہیں لیکن محدث احمد کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس موقع پر کوئی نہ تھا حالانکہ متعدد صحیح روایات سے (جن میں ایک ترمذی جلد ۱ ص ۱۰۱) روایت بھی ہے وقال القہذی حسن صحیح ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ تھے اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے ایک بات محققین نے یہ بیان کی ہے یہاں کہ امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیہ (المتوفی ۲۶۷ھ) اپنی کتاب مختلف الحدیث ص ۱۱۱ طبع مصر میں لکھتے ہیں کہ کبھی حدیث کا معنی اس لیے بگڑ جاتا ہے کہ اس میں کسی راوی سے کوئی فرق نہ داشت ہو جاتی ہے جیسا کہ ابن مسعود کی روایت میں لفظ غیری جھوٹ گلیا ہے، اصل روایت اول تھی لہذا یہ ممکن ہے کہ محدث غیری اور ابیہی علامہ دارقطنی نے اسے امام محمد بن زید کی کتاب التنبی علی الاسباب الموجبة للفتنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے (المجہد النقی جلد ۱ ص ۱۵۵) اور امام حاکم نے مستدرک ص ۲۲۲ میں حضرت ابن مسعود کی اسی روایت میں یہ جملہ بھی نقل کیا ہے فلم یحضروہ مراحدہ

اہم حکم نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور علامہ ذہبی نے غرض امتداد رکھ کر صریحاً میں فرمادے ہیں
 ہیں ہو صحیح عند جماعۃ کہ یہ روایت محدثین کرام کی ایک خاص جگہ سے منقول ہے
 غرضیکہ حضرت ابن عباس کی مسلم دالی روایت متعلق نہیں بلکہ غیر منقول ہے اس کے پاس میں
 ہے اب اہل تحقیق علماء کی مرضی ہے کہ وہ تسلیم کر لیں کہ مسلم کی روایت میں قبل ان
 یہ دخل دیا گیا ہو کسی راوی سے چھوٹ گیا ہے یا یہ تسلیم کر لیں کہ مسلم کی روایت میں قبل ہے
 اور دوسری روایات (مثلاً ابو داؤد وغیرہ کی) اس کی مفسر ہیں اندری وجہ ہے کہ حضرت
 عمرؓ کے زمانہ میں ملائسی اختلاف اور بدولتوں وچرا اسکے اس کے ظاہر کے خلاف نہایت
 منعقد ہوا اور ان کے بعد محمد بن اسلم اور اکابر علماء اسلام حتیٰ کہ علامہ ابن حزم الظاہری
 بھی اس کے خلاف پر مجبور ہوئے سوچئے کہ ان جہل علم نے اس حدیث کے ظاہر کے خلاف
 فتویٰ اور عمل کیوں اختیار کیا؟ مجبور کیا تھی؟ من مہل معلوم ہو کہ اس کا مقصد یہ مشور
 غیر مقلد عالم مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی کی تحقیق بھی بدینہ تھی کہ اس کو اس کی کتابت
 بالکل کھل کر سامنے آجائے مولانا فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی مسلم دالی حدیث کا ظاہر اگرچہ اسی کو چاہئے ہے کہ ایک مجلس کی
 تین طلاقیں ایک ہی ہوں لیکن ابن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف ہے وہ تین کو تین ہی
 کہتے ہیں جیسے ابو داؤد (جلد ۲۹۹) اور متقی (جلد ۲۲۷) وغیرہ میں ہے۔ ابن عباسؓ کا فتویٰ
 اس کے خلاف ہونا قوی ظہر ڈالتا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر نہیں بنی بلکہ اس سے بغیر موطا
 (جس عورت سے ہم بستری نہیں ہوئی) مرد و عورت کو لیکر طلاق دی گئی ہو انت طلاق انت
 طلاق انت طلاق چنانچہ نسائی نے اس حدیث پر باب ہی لیکر بائد حلیہ ہے۔ یا اب
 طلاق التلاوت المتفرقة قبل المدخول بالنزوجة (جلد ۲ ص ۵۷) باب
 اپنی بیوی کو بستر سے قبل متفرق تین طلاق دینے میں۔ ابو داؤد میں ابن عباسؓ کی مسلم
 دالی حدیث ان الفاظ سے ہے۔

ہا علمت ان الرجل کان اذا طلق آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت (صحابہ کرام) جب

اسلاماً ثلاثاً قبل ان یدخل بہا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیا کرتے تھے
 جعلوا واحدہ (جلد ۲۹۹) (قرآن اس کو وہ ایک ہی کہتے تھے۔

ابو داؤد کے یہ الفاظ نسائی کے باب کے تقویت دیتے ہیں اور نیل الاوطار (جلد ۲ ص ۴۳)
 میں ابو داؤد کے یہ الفاظ نقل کر کے لکھا ہے علامہ اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب کوئی
 شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے تو اس کے لئے انت طلاق ثلاثاً تو اسے انت طلاق سے ہی طلاق
 واقع ہو جائے گی اس کے بعد وہ عورت ثلاثاً کا محل نہیں رہے گی لہذا تین کی تین لفظوں جو
 جاتے گی الا رسالہ ایک مجلس کی تین طلاقیں غیر منظم ایک حدیث روپڑی ص ۳

ابو داؤد کی سند میں جو راوی ہیں وہ یہ ہیں۔

- (۱) محمد بن عبد الملک بن مروان، اہم و قاضی، ابو داؤد میں قائم فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے،
- (۲) ابو حاتم ان کو صدوق کہتے ہیں، اہم ابن جہان ان کو کفایت میں کہتے ہیں (زبد التعلیق ص ۲۱۹)
 علامہ صفائی ان کو صاحب علم صدوق اور کفایت میں (زبد التعلیق ص ۲۱۹)
- (۳) ابو النعمان محمد بن فضل السدوسی، علامہ ذہبی ان کو حافظ اور الثبت کہتے ہیں (تذکرہ ص ۱۰۷)
 حدیث میں جہان نے ان کے محتاط ہونے کی وجہ سے ان میں سخت کلام کیا ہے،
- لیکن علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ ابن جہان ان کی ایک بھی منکر حدیث بتلانے پر قائل نہیں ہوئے
 حالانکہ صحیح بات وہ ہے جو امام ذہبی نے فرمائی ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور انتطا کے بعد بھی کوئی
 منکر حدیث ان سے ثابت نہیں ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۱۱۰ و تذکرہ ص ۱۱۰)
- (۴) حاکم بن زید علامہ ذہبی ان کو الام الحافظ المجو اور شیخ الاسلام کہتے ہیں (تذکرہ ص ۱۱۰)
 حدیث میں (۴) ابوب خنیفہ ان کو الام، الحافظ اور احمد الاسلام کہتے ہیں۔
- (۵) ابو داؤد میں متحدہ راوی اس کو روایت کرتے ہیں، مولانا شمس الحق
 صاحب خطیر آبادی کہتے ہیں کہ غیر واحد میں معلوم نہیں کون ہیں تو یہ سند بجمول روایت
 سے ہے اس لیے یہ ضعیف ہے (رحمن المعبود جلد ۱ ص ۱۱۰) لیکن مولانا حافظ محمد عبداللہ
 صاحب روپڑی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ان کی غلطی ہے۔ فتح الباری۔ جلد ۲ ص ۱۶۷

میں اس حدیث کی بابت لکھا ہے ابو داؤد نے اس روایت کی تخریج کی ہے لیکن ابو داؤد میں
میں سرور وغیرہ کا نام نہیں آیا بلکہ اس کے عوض غیر واحد کہہ دیا ہے (ضمیمہ) مولانا کا
فرمان بالکل بجا ہے یہ سند مسلم جلد ۱ ص ۱۷۷ میں یوں ہے عن حماد بن ذیہب عن ایوب
السخنی عن ابی اہیم بن مسیدۃ عن طاؤس الاورانی عن سیرہ کوام سفیان
اولئک الناس واحد قہر و لوگوں میں ثقہ تر اور بہت پہلے کہتے ہیں۔ ام احمد، ام عیسیٰ
ام عیسیٰ اور ام نسائی ان کو ثقہ کہتے ہیں اور علامہ ابن حنبل ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں
اور ام ابیہ ان کو صلح کہتے ہیں اور ام ابن حبان ان کو ثقہ کہتے ہیں۔
و تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۷۷ (۱) طاؤس بن عیسیٰ القدری تابعی ہے ام ابیہ عن ابیہ
ابو داؤد فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں (تہذیب جلد ۵ ص ۱۷۷) (۲) حضرت عبداللہ بن عیسیٰ
مشہور صحابی ہیں۔

الغرض ابو داؤد کے جملہ راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ
رواد ابو داؤد باسناد صحیح و فیہ اس حدیث کو ام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ
تصریح قبل ان میدخل بہا الخ روایت کیا ہے۔ اور اس میں ہم لم تری سے قبل
وزاد المعاد جلد ۱ ص ۱۷۷ کی تصریح موجود ہے۔
اور دربر سے مقام پر لکھتے ہیں کہ۔

كان الرجل اذا طلق امرأته ثلثا
قبل ان يدخل بها جملها واحدة
على عهد رسول الله صلى الله عليه
وسلم والى بكره وصدا من خلافة
عشر الى ان قال هذا لفظ الحديث
وهو ملصق استاذ الخ
وزاد المعاد جلد ۱ ص ۱۷۷
جب کوئی شخص اپنی بیوی کو جہتہ سے قبل
تین طلاقیں دے دیتا تو وہ حضرات کثرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت
ابوبکرؓ کی خلافت اور حضرت عمرؓ کی ماریت
کے ابتدائی دور میں ان کو ایک قرار دیتے تھے۔
(پھر آگے فرمایا) یہ اس حدیث کے الفاظ ہیں
جو صحیح ترین سند سے ثابت ہے۔

ال اصل مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت غیر ذیل بہلے متعلق ہے ہر مطلقہ کے
اثنے میں نہیں ہوتا اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ متغیر طلاق پر انت طالق، انت طالق، انت
طلاق سے اس کو طلاق دی گئی ہو۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں یوں آتے ہیں ان قال انت
طلاق ثلاثا بضم واحد قہی واحدة۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت دی گئی تین طلاقیں بھی غیر ذیل بہلے متعلق ہیں
ایک ہوتی ہے لیکن مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روایت فرماتے ہیں مگر ابو داؤد
جلد ۱ ص ۱۷۷ (۱) اس کی صحت تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو کثرت کا قول قرار دیتے ہیں
اس کے علاوہ اس کی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس روایت میں ثلاثا کو انت طلاق
کے ساتھ نہ لگایا جائے بلکہ قال کے ساتھ لگایا جائے یعنی وقال ثلاثا انت طلاق
انت طلاق تین دفعہ کے تو غیر مطلقہ کے بارے میں یہ تین ایک طلاق ہوگی اور بضم واحد
کے معنی اس صورت میں یہ بول گے کہ انت طلاق تین دفعہ لگا تاکہ در بیان میں
فاصلہ نہ کرے اور قاعدہ اس قید کا انت طلاق ثلاثا سے استرازا ہے کیونکہ
انت طلاق ثلاثا میں غیر مطلقہ پر بھی تین طلاقیں ہیں انہی۔ (ضمیمہ)

قاضی شہبازی نے کہا تھا کہ انت طلاق ثلاثا میں انت طلاق سے غیر مطلقہ
کو طلاق ہو جائے گی اور ثلاثا کی قید لغو ہو جائے گی مگر مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب
روایت فرماتے ہیں کہ ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

ابو داؤد کی حدیث کا مطلب یہ ٹھیک نہیں بلکہ ابو داؤد کی حدیث کا مطلب
یہ بیان کرنا چاہیے کہ جب انت طلاق، انت طلاق، انت طلاق تین دفعہ الگ
الگ کے تو غیر مطلقہ کی بابت تین ایک ہی ہوتی ہے کیونکہ غیر مطلقہ پہلی دفعہ انت
طلاق کہنے سے مبرا ہو جاتی ہے تو اس کے بعد انت طلاق کہنا بیکار ہے اور ابن عباسؓ
کا فتویٰ جو مستثنیٰ ابو داؤد کو دو غیر (۱) سے نقل کیا ہے (۲) کہ غیر مطلقہ پر تین دفعہ ہوتی
انت طلاق پر محمول ہے یعنی جب جدا جدا انت طلاق نہ کہے بلکہ ایک ہی دفعہ انت طلاق

کمرے تو اسی وقت بخواہ غیر موطوہ ہو اس پر عین ہی واقع ہوں گی، پس اس صورت میں
نہی کا باب میں تصرف کی قید لگانا بالکل درست ہوگا (میں نے)

قاضی شوکانی نے (شبان الاوطار جلد ۱ ص ۱۲۱) یہ کہا کہ ابو داؤد کی تصدیق حدیث غیر موطوہ
سے متعلق ہے نہ موطوہ کی حدیث موطوہ سے متعلق ہے لہذا جب غیر موطوہ کی تین متفرق ملائیں
ایک بھی جاتی ہے تو موطوہ کی بھی اسی طرح ایک ہی جلتی ہے لیکن مولانا حافظ محمد عبد اللہ
صاحب دہلوی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ جواب قابل اعتقاد نہیں اور اس
کے متعلق بحث کرتے ہوئے، امام شوکانی نے یہ جواب دیا ہے مگر کچھ دوسرے کیونکہ اس
صورت میں ابو داؤد کی حدیث میں قبل دخول کی قید فضول جاتی ہے، نیز ایک حدیث
جب مختلف طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہو تو وہ ایک ہی ہوتی ہے (ان سب
الفاظ کو ملا کر مطلب لیا جائیگا) (میں نے)

حضرت ابن عیث کی اس حدیث کے اور بھی متعدد جوابات کہا ہوں ہیں۔
لیکن ہمارا مقصد سب جوابات کا احاطہ نہیں اور نہ یہ ہمارے حیلہ امکان میں ہے البتہ
مشتے نمونہ از خروارے چھ جواب عرض کر دیتے گئے ہیں جو ہر ایک پختہ مقام پر درست
اور صحیح ہو سکتا ہے، البتہ اصول حدیث کے پیش نظر چھٹا جواب ہمیں زیادہ پسند ہے
کیونکہ اس میں ہر روایت اپنی جگہ صحیح رہتی ہے اور کسی روایت کی تضعیف لازم نہیں آتی
اور یہی جواب بہتر اور عمدہ ہے کہ بات بھی قوی ہو جائے اور غرضی بھی لازم نہ آئے بقول شمس
دمیہ گنگ کے نہ چھٹے جلدی البتہ ایک اور ضروری بات اس حدیث کے ہاتھ میں رہ گئی
ہے وہ یہ کہ بعض حضرات نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو کہ تین ملاقاتوں کو تین ہی کر دیا
جولہے حکومت اور سزا پر اور بعض نے سیاست پر محمول کیا ہے، چنانچہ اپنی حضرات میں مولانا
شاہ الحدیث صاحب امرت سرئی (المتوفی ۱۳۶۸ھ) بھی ہیں جو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا
فیصلہ شرعی نہ تھا بلکہ سیاسی تھا۔ ان کی تردید کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم
صاحب پیرا کوٹی (المتوفی ۱۳۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ۔

حضرت عمرؓ کی نسبت یہ تصور دلائل انہوں نے معاذ اللہ حضرت علیؓ علیہ السلام
کی نسبت کو بدل ڈالا بہت بڑی جرات ہے واللہ اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا
دل دھکی گیا اور سرائی ہوئی کہ ایک سانس جو نوز سکھ کی جہت میں نکلا وہ غیبت رسول اللہ کی نسبت
پر خیال رکھتا ہو کہ وہ منہ کے ہاتھ میں اس قدر جڑی تھا استغفر اللہ استغفر اللہ
اس حکم کے سیاسی سمجھنے میں سنت ٹھوکر کھائی ہے اور بیچ دو بیچ غلطیوں کے سلسلے میں پڑ گئے
ہیں یہ کتنا کر غلطی کے بعد اس کے بحال ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہو اسر غلط اور کیا
بند ہے محدثین کی طرف یہ بات منسوب کرنی کہ وہ اسے سیاسی حکم کہتے تھے بالکل غلط ہے
اور یہ ایسا بدبند ہے۔ پھر اس کے بدل کر لکھتے ہیں بولگروہ اس حکم میں حضرت عمرؓ کی ولایت
کہتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم محض سیاسی تھا اور نہ کہ کوئی سیاسی حکم
اب بھی بحال رہنا چاہیے بلکہ وہ قرآن سے اس لیے منسوب کرتے ہیں کہ اس کے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ
حکم قرآن و حدیث سے، خروارے چھ کر کے لکھتے ہیں جناب نے جو یہ فرمایا ہے کہ محدثین اس
کو سیاسی حکم کہتے ہیں اس پر مگر محدثین سے اگر ہم مجمع محدثین عرب و اعراب جو مجاہد قریب
کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام
احمدؒ اور ان کے مثل دیگر ائمہ حدیث جن کے اسناد صحیحی لکھنے میں خوف ولایت ہے محدثین
کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر شامل ہیں تو یہ بات کیسے تو درست نہ ہوتی کہ محدثین
اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں کیونکہ سب ائمہ مذکور بن صورت ذیل سوال میں تین ملاقا کرنے کے
قابل ہیں اور وہ اس کے دلائل شرعی بیان کرتے ہیں کیا جناب مہربانی فرما کر بیان نہ کرنا
دین کی تصریحات کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے جہاں انہوں نے اس حکم فاروقی کو محض
ایک سیاسی حکم قرار دیا ہو اور نہ ہی نہ سمجھا ہو اور پھر اسے بحال رکھا ہو۔ جو ہمیں بار بار اپنے قصور
عالم اعتراف کرتے ہوئے کنا پڑتا ہے کہ ہمیں ایسی کوئی تحریر نہ ملی جس میں یہ مذکور ہو کہ
ائمہ غلطی کرتے ہیں حضرت عمرؓ کے اس حکم کو محض ایک سیاسی سمجھا اور اگر لفظ محدثین سے
جناب کی اہم محض محدثین ہوں تو اس صورت میں ہم گناہیں کریں گے کہ جناب اس

کے حوالہ کی بھی تکلیف گوارا کر کے اور ہم پر احسان کر کے جواب دین حاصل کریں کہ وہ کون سے محدثین ہیں جنہوں نے آپ کی طرح اسے سیاسی مداخلت فی الدین سمجھا ہو گو بقول آپ کے جانکر مداخلت ہو اور اگر محدثین سے آپ کی اپنی ذات گرامی اور اس زمانہ کے آپ جیسے دیگر علماء اہل بدعت مراد ہیں تو بے ادبی محانت! مجھے آپ کو یا ان کو محدثین کہتے ہیں بل سب دورہ میں صحاح ستہ کی سطروں پرست نظر گزارا اپنے سے محدث نہیں بن سکتے۔

آخر میں ہم پھر دہرائے ہیں کہ متقدمین میں سے امام مالک کا موطا پھر امام شافعی کی کتاب الام پر متاخرین میں سے شافعی ولی اللہ صحت کی امانتہ الحفاظ ملاحظہ فرمائیے جن کے بعد اس وقت تک ہندوستان میں تو ایسا شخص نہ تھا کہ اسے امام کہ سکے اور دوسرے ممالک کا حال نہ جانے ان سب کتب پر حضرت عمرؓ کی ولایت دلائل شریعت سے لگی ہے نبیؐ رضی اللہ عنہ ۵ نومبر ۱۱۲۹ بکوالا زبیرؓ حضرت مولانا سیال کوٹلی نے حضرت عمرؓ کے اس حکم کے سیاسی ہونے کی جسٹس جوتے امانت سے تردید کی ہے اس سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ اور جواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھی مختلف پیرے بدل بدل کر آخر میں اس کو شرعی حکم کہا اور یہ کہ یہ ہے ملاحظہ ہو

الْبُحْثُ فِي السُّوَّةِ الْحَسَنَةِ بِالسَّنَةِ ١٢٩٠

الغرض حضرت عمرؓ کا یہ حکم نہ تو سنز کے طور پر تھا اور نہ سیاسی تھا بلکہ خالص اور زرا

۱۔ حافظ ابن القیم اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فلما دكب الناس انصروا قلة الى ان حبيب بن عوف لم يبق له حاشية، كما ان كتابه شروعا في قال اجري الله على لسان الحليفة الرشيد. ويا. تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ راشد اور ان والصلابة معه شرعا وقدرا والوامر کے ساتھ صحابہ کرام کی زبانوں پر از روئے مبتلاک وانفاذہ علیہ۔

واعلام الموقفين جلد ۲ ص ۲۰۰

ناظر کریا۔

۲۔ مولانا ابن القیم کی اس عبارت سے بھی صراحت ہے کہ یہ ثابت ہے کہ یہ حکم شرعی تھا نہ کہ سیاسی

نہ ہی اور شرع کی تھا اگر بالفرض اور کوئی دلیل بھی ہوتی تو خود ان کا ارشاد خلیفہ راشد ہونے کی وجہ سے بشمول حدیث علیہ السلام وسنة المخلدات الراشدین الحدیث سنت ہوتا اور پھر ان کے عہد میں حضرات صحابہ کرام کا اجماع اس پر مستزاد ہے اور حضرت امتیاز لعلؓ اور جہولامت کا اجماع اس کے علاوہ ہے اور لعلہ پھر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اس کے علاوہ ہیں جو مسکے مقدم ہیں، اس لیے یہی مسلک حق اور جواب ہیں، اسی میں خیر اور اسی میں دین و دنیا کی فلاح و کامرانی ہے اللہ تعالیٰ سب کو حق پر قائم و دائم رکھے، آمین۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس مذکور حدیث کے جو جوابات ہم نے عرض کئے ہیں وہ اپنی وفات کے مطالع میں علامہ الانات طبع اول کے وقت فتاویٰ ثنائیہ ہمارے پیش نظر نہ تھا اس کے بعد دستیاب ہوا ہے اس میں حضرت ابن عباسؓ کی اسی روایت کے بارے میں خاصی علمی بحث ہے جو مشہور غیر مقلد اور مدرس علم مولانا ابوسعید شرف الدین دہلویؒ نے کی ہے ہم ابقیہ حروف اس کو یہاں نقل کرتے ہیں قارئین کو کام سے استغناء ہے کہ وہ بغیر اس کی پسین

شرعیہ

قول مجیبہ مرحوم کہ محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں۔ بحديث ابن عباسؓ كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم والى بكرة وسنتين من خلافة عمر صلوات الله عليه و آله. کہ اس مجلس میں واحد کا ذکر نہیں عام اس سے کہ مجلس ایک ہر یا تین بلکہ اہل علم ثلاثہ ہوں یا نہ اور جس روایت میں احمد بن محمد بن کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں اس کی سند بروایت عکرم بن عمر ابن حصین ہے اصل سند میں مذکورین حصین بن عکرم ہے جس کو محمد بن حافظ بن حجرہ وغیرہ نے کھاتے کہ اسی روایت مخصوصاً صحیح نہیں ہوتی ملاحظہ ہو تقریب التذیب وغیرہ دوم۔ یہ کہ محدثین نے اس میں دلیل کلام کیا ہے یہ کہ تفصیل شرح مسلم امام نوویؒ اور فتح الباری وغیرہ میں ہے خصوصاً میری کتاب۔

۳۔ اباضی ملاحظہ ہو۔ سہم۔ یہ کہ اس میں یہ تفصیل نہیں کہ یہ تین طلاق والے مقدمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے ساتھ۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ روایت میں نہیں ہے وَاَقْلَسَ قَلْبُكُمْ۔ یہ کہ حدیث صحیح مسلم کی صحیح ہے جیسے دوسری حدیث صحیح مسلم کی جابر بن عبد اللہ صحابی سے ہے قال عطية قدّم جابر بن عبد الله معتبر فثبت في منزله فسأله القوم عن اشياء ذكرها المشقة فقال نعم استمعت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم والى بكره وعشر اتهم وفي رواية اخرى بعده ثم ذهبا عنى فله دفع لهما راي متعنة النساء وفتنة الحج (صحیح مسلم شرح نووی ج ۱ ص ۱۷۴) باب نکاح المتعنة پس جو جواب اس جابر کی مفتیہ النساء کے جواز و عدم کا جواب ہے وہی حدیث ابن عباس کا ہے اگر یہ جابر سے ہے تو یہ متعنة النساء بھی جائز ہے ولا یقول به المحدثون۔ پنجم اس سے ثابت ہوا کہ یہ تین حدیثیں صحیح و معتبرہ النساء۔ بالا بالا لوگ نے خبری میں کر سنے سے جس کا علم نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا شیخین کو آخر میں حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو منع کر دیا ابن عباس کی اس حدیث پر محدثین نے اور بھی کئی وجوہ سے کلام کیا ہے جس کی تشریح کچھ تو امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کی ہے اور بھی میں نے اپنی کتاب میں محدثین سے نقل کیا ہے۔ ششم۔ محدثین کی طرف مجلس واحدہ میں تین طلاقیں کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے یہ سخت مغالطہ ہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ و تابعین و تابع تابعین سے لے کر سات سو سال تک سلف و صحابہ صحابہ و تابعین و تابعین سے تو تین طلاقیں کا ایک مجلس میں واحد شمار نہ کیا گیا تھا یہ نہیں من اوجہ فقید البیان بالبرہان و دونہ مخرط الفت و لا حظہ برؤطہ امام مالکؒ صحیح بخاری سنن ابی داؤد سنن النسائی۔ جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و شرح مسلم امام نووی و فتیۃ الباری و تفسیر ابن کثیر و تفسیر ابن جریر جو کہ کتاب الاعتقاد الامام الحارثی فی بیان التمییز و المنسوخ من الامم اس میں امام حارثی نے ابن عباس کی حدیث کو منسوخ کیا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بھی الطلاق کثرتان الذیہ کے تحت ابن عباس سے جو صحیح مسلم کی حدیث تین

طلاق کے ایک ہونے کا راوی ہے دوسری حدیث نقل کی ہے جو سنن ابی داؤد میں باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث بسند خود نقل کی ہے عن ابن عباس ان الرجل كان اذا طلق امرأته فهو احق ببعدها وان طلقها ثلاثا فأنسخ ذلك فقال الطلاق مرة فان لم يسأله فبعثه و ان لم يسأله فباعها بحسن عون المبعود و ۲۴۲ امام نسائی نے بھی اس طرح ۲۴۲ حدیثیں باب منحة کیلئے اور بھی حدیث لائے ہیں اور دوسری الامم نے اس پر نکوت کیلئے اور دوسروں کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور مجتہد ہے جب ہی قول لائے ہیں اور باب منحة کیلئے اور ابن کثیر نے بھی سند ابی داؤد و نسائی و ابن ابی حاتم و تفسیر ابن جریر و تفسیر عبد بن حمید و مستدرک حاکم و قال صحیح الامام و الترمذی مرسل و سند نقل کر کے کہا ہے کہ ابن جریر نے ابن عباس کی اس حدیث کو ایت مذکورہ کی تفسیر بنا کر اسی کو لے کر منحة کیلئے یعنی یک پہلے تین طلاقیں کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے وہ اس حدیث سے منسوخ ہے پس یہ حدیث مذکور محدث ابن کثیر و ابن جریر و دوسروں کے نزدیک صحیح ہے جیسے کہ مستدرک حاکم میں صحیح الامام دیکھا ہے اور قابل اعتناء ہے اور امام فخر الدین رازیؒ کی تحقیق بھی یہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ میں بھی کنحان حارثی نے کتاب الاعتقاد میں اپنی سند سے نقل کر کے لکھا ہے فاستقبل الناس الطلاق جديدة من يومئذ من كان منهم طلق او لم يطلق حتى وقع الاجماع على نسخ الحكم الاول و دل ظاہر الکتاب علی فقیہہ و جہادۃ المسنة مضرة للکتاب مبینة دفع الحکم الاول الا صرحوا اور نور طلامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد مصری ج ۲ ص ۲۵۵ میں لکھا ہے نفسہ الصحابی حجة وقال الحاکم هو عندنا مدفوع انتہی۔ اور جب مسلم کی ابن عباس کی حدیث مذکور اجماع کے خلاف ہوئی تو خود شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے قول سے بھی اس پر عمل نہ ہونا چاہئے اس لیے کہ کفارانی ابن تیمیہ جلد دوم ص ۲۵۹ میں ہے والمخبر الواحد اذا خالف المشهور المستفيض كان شاذاً وقد يكون مسنوخاً انتہی و هذا کذا لک ضافہ و تدبیر

اور سہ ماہی داؤد کی لکھی حدیث کی سند میں راوی علی بن حسین اور حسین بن واقد پر جو علامہ ابن قیم نے اعتراض کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علی بن حسین کو تقریباً التذیب میں صدوق بہم لکھا ہے وہم کے باعث ابوالحسن نے اس کی تضعیف کی ہے مگر امام نسائی جو بڑے متقدم ہیں انہوں نے اور محدثین نے کلمہ لیس بہ یاس اور وہم سے کون بشر خالی ہے لہذا یہ کوئی جرح نہیں راوی معتبر ہے خصوصاً جب کہ محدثین تکمیل نے حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے اور حسین بن واقد کو تقریب میں ثقہ لاء ارہام لکھا ہے لہذا یہ راوی روایت صحیح مسلم سے ہے اور یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ محدثین نے اس کو ثقہ بتایا ہے ملاحظہ فرمائیے ان الاعتدال باقی رجال دونوں کے ثقافت ہیں لہذا یہ حدیث حسن صحیح ہے قابل عمل و حجت ہے اور خود راوی ابن عباس کا فتویٰ بھی اس کی حجت کا مہیہ ہے علامہ ابو یوسف امام مالک وغیرہ اور یہ لغو اعتراض کر یہ ابن عباس کا مہیہ تو اس کا جواب ہے کہ اگر ابن عباس کو سہو ہو گیا تھا تو پھر ان کی مسلم کی حدیث میں بھی مہیہ ہے خلافت حید اور امام راوی نے تفسیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں بحث کر کے جو اپنی تفسیر لکھی ہے وہ یہ ہے کہ آیت الطلاق مَرَّتَانِ سے پہلے آیت وَالْعَلَاقَاتُ يَبْعُكُنَّ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةً قُرْءًا اَلْقَلَمَ وَلَبَّوْا لَنَهْنِ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا اَلْيَقِيَّةُ ہے اس کے بعد ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ اَلْيَقِيَّةُ اس سے ثابت ہو کہ پہلی آیت مجمل مضمون اَلِ الْمَبِينِ یا کالعام مضمون اَلِ الْمُخَصَّصِ یعنی کو بُعُولِ مطلقین (طلاق رہندہ خاوندوں) کو بعد طلاق حق استر و اَلْبَعْنِ رجوع ثابت تھا عام اس سے کہ ایک طلاق کے بعد ہرجا دے کے یا تین کے پس آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ نے واضح کر دیا کہ مطلقین کو رجوع ایک یا دو طلاق کے بعد ہے اس کے بعد نہیں پھر آگے جامع ترمذی کی حدیث سے منع ثابت کیا ہے اور بعض اصحاب تفسیر کہہ رہے ہیں مطلقین قول کے بعد ہذا ہذا قیس الی کو کچھ کہتے غرض ہوتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس قول کو امام صاحب نے دوسرے سے نقل کر کے اس کا رد کیا ہے ملاحظہ فرمائیے ۲۴۵ اور وجہ

کلام میں سے جو مہیہ ہے کہ محدثین نے مسلم کی حدیث مذکورہ کا زہبی بتایا ہے ہشتم یہ کہ اس میں اضطراب بھی بتایا ہے یہ فیصلہ شرح صحیح مسلم نووی فتح الباری وغیرہ مطولات میں ہے ہشتم یہ کہ ابن عباس کی مسلم کی حدیث مذکورہ فرغ نہیں یہ بعض صحابہ کا فعل ہے جس کو نسخ کا علم دیکھا کہ مافی الوجہ الثالث والبالغ دہشتم یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازمی و تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تصانیف سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہر کناہ و مستحجہ و اجماع صحابہ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہذا حجت نہیں اصل بات یہ ہے کہ عجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق میں مجلس واحد کی جرحین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہ تابعین و تابعین و تابعین وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے یہ ملک مات سوال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے مقلد ہیں یہ فتویٰ شیخ الاسلام نے ساتویں صدی کے آخر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علماء اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی نواب صدیق حسن خان مرحوم نے احتفالات البنی میں مجال کی شیخ الاسلام کے متفردات مسائل لکھے ہیں اس خبر سے اس طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاق کے ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور مچا شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب ہو چکے تھے ان کو اور ان پر سو کر کے دتے مار مار کر شہر میں پھیر کر ترمذی کی کئی قید کئے گئے اس لیے کہ اس وقت یہ مسئلہ علما و اہل حق کی تھی ۳۱۸۔ اور بہل السلام شرح بخاری المرمط طبع فاروقی دہلی ص ۹۹ اور التلک المکمل مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب ص ۲۸۵ میں ہے کہ امام مسلم الدین زہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالفت میں التلک المکمل ص ۲۸۵ و ۲۸۶۔ ہاں تو جب کہ متاخرین علماء اہل حدیث بخاری شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے معتقد ہیں اس لیے وہ وہ شک اس مسئلہ میں شیخ الاسلام سے متفق ہیں اور وہ اسی کو محدثین کا مسلک بتاتے ہیں اور مشرک کر دیا گیا ہے کہ یہ مذہب محدثین

کلمہ اور اس کا خلاف فہم متضاد ہے اس لیے جانے اہل حق و اہل باطل کے لیے
ہیں اور اس کے خلاف کو رو کر کہتے ہیں حالانکہ یہ فتویٰ باطل ہے اس لیے اس کو
وجود میں آیا ہے اور اگر اولیٰ کے تقدیر جو کچھ ہے صدیوں سے اس کی مثال ایسی ہے
جیسے بڑی لوگوں نے قبضہ غاصبہ کر کے اپنے آپ کو اہل السنۃ والجماعت مشہور کر
دیکھے اور اولیٰ کو خارج کیا ہے مولوی نور الدین کی جماعت نے اپنے آپ کو جماعت اسلامی
مشہور کر دیا ہے باوجودیکہ ان کا اسلام بھی خود ساختہ ہے جو جو اصول صدیوں سے جاری
ہو گیا و لعل فیہ کذباۃ لمن لدایہ و اھذ یھدی من یشغولہ عن صراطہ یشتم
یستلذذناک الحق ھو کل ائی ذلیل اقلہ حق (الرمیہ شرف الدین بڑی) اسی غلط
(فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۱۴۵) مکتبہ اشاعت و دنیات ممکن پورہ ممبئی ص ۱۴۵
عبادت پر ہذا حق اور نصف مزاج غیر متقد کو بخشنے کے دل سے جدا رہنا حق ہے
ناکہ ایک مجلس یا ایک کلمہ سے وہی گئی نین طلاق کو حکم اور اس کا پس منظر اور پیش نظر
سبب ایک وقت سلسلہ سچلے اور بعض علماء کو غلطی یا غصب کہنا اور اور
کا ساتھ دینا کہ دین کی رسوائی میں مبتلا نہ ہوں اور عوام الناس کو بھی نہ غلطیں نہ
بخرید نہ کھالے غافل علی عین غلط ہے کہ اپنی مجلس سے بیگانہ رہنا نہیں چاہیے
خاندانہ بعض حضرات نے (ملاحظہ فرمائی ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۴۵ وغیرہ) یہ کہا ہے کہ
حضرت عمرؓ آخر میں اپنے اس فعل پر تادم ہو گئے تھے جس سے ثابت ہو تا ہے کہ ان کا یہ حکم
شرعی نہیں تھا اور صحیح بھی نہ تھا ورنہ نہ مذمت کا کیا مطلب، چنانچہ حافظ ابو بکر الاسامی نے
منہ ظہر میں روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابو سعیدؓ سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے
صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خاندان بن یزید بن ابی مالک نے بیان کیا وہ
فرماتے والے سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں وہ
فرماتے ہیں کہ۔

عائدہ اعلیٰ شہتی مذہبی علی شہادت مجھے کسی چیز پر ایسی مذہبت نہیں ہوئی مگر

ان لا اكون حرّمت الطلاق الخ
 (اعاشۃ الایمان جلد ۱ ص ۲۲)

یقین چہ چیزوں پر نہ ہوتی ہے ایک یہ ہے کہ میں
 طلاق کو حرام نہ کر دیتا الخ

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ نگاہ بہت ہے کہ اس تحریر مطلق سے نہ تو مطلق جمعی مراد ہے کیونکہ وہ تو شرعاً ماننے سے اور اس سے وہ مطلق صحیح اور میں جو کمالیت حیض اور اس کی فکر میں وہی جس میں ہی بجا ممت ہوئی ہو کیونکہ ان کی تحریر پر اجماع عمل میں ہے۔ اور مطلق قبل الغول میں ہی نہیں کیونکہ اس کا تواتر تونس سے ثابت ہے۔

فقدین قطعاً نہ اور تجدیدیم یتبع الشدائد الخ لہذا قطعی طور پر یہ ثابت ہوا کہ اس سے اعلیٰ قیامتیں
و انشاء جلد ۱۳۲

الجواب :- یہ سب قطعہ زنی نہ کہ کفانی ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں خالد بن ولیدؓ
بن ابی العاکبؓ راوی ہے اگر بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لیکن جمہور محدثین اس کی
ضعیف کرتے ہیں۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ وہ یحییٰ بن یحییٰؒ کے اصحاب ہیں۔ امام نسائیؒ
فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں اور امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے
ایک روایت میں ان کو ضعیف کہا اور دوسری روایت میں بخاری الحدیث فرمایا اور امام
یعقوب بن یسحاقؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے اور اس کی طرف تھمت ابن جابرؒ اور امام بیہقیؒ
اور حافظ عسقلانیؒ نے اس کو ضعیف کہا۔ (مجموعہ تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۶۷ و ۱۶۸)

امام ابن عساکرؒ فرماتے ہیں کہ روایت کرتے ہیں صدوقؒ قدامتہ

کان یخطئ کثیراً و فی حدیثہ
 متاکیر لا یبعث فی الصحیح ما اذا
 الغد بہ عن ایہ الخ

گزشتہ سے خطا کر یا گناہ اور اس کی حدیث
 میں اکثر بار بار کی غفلت، برقی کتب پر
 نہیں کہ جب وہ ایک ایسا پست روایت کرے تو

و تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۲۴) میں اس سے احتجاج کروں۔

اور اہم المخرج والتعديل بحیث بن معین فرماتے ہیں کہ دو کتابیں ایسی ہیں جن کو دفن کرنا زیادہ مناسب ہے ایک زخراق میں ہے جو ابن الکلبی کی تفسیر ہے جس میں الوصل الغنی

ابن عباسؓ کے طریق سے روایت کرتے ہیں اور دوسری علامہ شامؒ میں ہے پھر فرماتے ہیں کہ
واما الذی بالشام فکتاب الدیات بہر مال جز شام میں ہے تو وہ خالد بن ولید بنی
لخالد بن ولید بن ابی مالک لعمریہ ابی مالک کی کتاب الدیات ہے وہ صرف اسی
ان یکذب علی ایہ حتی کذب علی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ بائعنا حتی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
وسلمؐ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۳۸) علیہ السلام کے صحابہؓ پر کذب بیانی شروع کر دی
اور اس مذکورہ روایت میں بھی انہوں نے بظاہر حضرت عمرؓ پر غصہ پڑھوٹا یا نہ سہ ہے
صبر تعجب اور ہزار قسم سے حافظ ابن القیمؒ جیسے صاحب بصیرت عالم پر کہ وہ ایسے دلی
کی روایت سے حضرت عمرؓ کی اس مسند میں ثابت ثابت کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ روایت
بھی بڑی ہی جمل ہے جس میں ایک طلاق یا تین کا کوئی ذکر ہی نہیں مگر حافظ ابن القیمؒ کے
نزدیک یہ مراد قطعی ہے ہذا اسناد یہ یاد ہے کہ طلاق کی سینکڑوں حدیثیں ہو سکتی ہیں جن کا
ہزار یا عدم ہزار سے تعلق ہو سکتا ہے۔ چہر کیا ضروری ہے کہ یہی جمل صورت متعین ہو اور وہ
بھی قطعی طور پر غرضیکہ نہ تو یہ روایت صحیح ہے اور نہ اس کا مطلب صرف یہ ہے محض تنکول کے
مسئلے پر بجز بکرا الیٰ علی نہیں ہو سکتا۔
دوسری دلیل :-

حضرت دکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سکھنے ارشاد فرمایا کہ اے دکانہ تم رجوع کر لو۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! میں نے تو بیوی
کو تین طلاقیں دی ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں تم
رجوع کر لو۔ (الرواؤد جلد ۱ ص ۲۹۸ و سنن الحکیمی جلد ۱ ص ۲۳۷)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ تین طلاقیں کے بعد بھی رجوع ثابت ہے اور یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ تین طلاقیں تک وقت واقع نہ ہوئے رجوع کا کیا معنی؟
الجواب :- اس سے تین طلاقیں کے عدم وقوع پر استدلال صحیح نہیں ہے اور اس لیے

کہ اس کی سند میں بعض ہی ابی رافع موجود ہیں جو مجہول ہیں چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کما
کی وہ حدیث جس میں آتا ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں دی تھیں وہ حدیث ضعیف ہے۔
کیونکہ اس میں مجہول راوی موجود ہیں (شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۳۸)

اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بعض ہی ابی رافع مجہول ہیں اور مجہول سند سے تحت تمام
نہیں ہو سکتی (مجموع جلد ۱ ص ۱۳۸) لہذا اس روایت کی سند ایسی نہیں کہ اس سے استدلال
کیا جاسکے اور خصوصاً حلال و حرام کے مسئلہ میں اور وہ بھی قرآن و حدیث اور جمہور امت کے
اجماع کے مقابلہ میں حضرت مولانا فیصل احمد صاحب سہما پورؒ (المنہج ص ۱۳۶) فرماتے
ہیں کہ مستدرک میں بعض ہی ابی رافع کی تصحیح بھی کی ہے کہ وہ محمد بن عبد اللہ بن ابی رافع
تھے (ذیل المجموع جلد ۱ ص ۱۳۹) لیکن یہ نہایت ہی ضعیف اور کمزور راوی ہے۔ علامہ فہرست
کھتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس کو منکر الحدیث اور امام ابن سعدؒ میں لاشیء اور امام ابویوسفؒ
ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث قرار دیتے ہیں۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث
فرماتے ہیں کہ منکر الحدیث تھے کہ وہ نہایت ہی ضعیف و کمزور راوی ہے (درلین جلد ۱ ص ۱۳۸)

اور حدیث ابن عباسؓ انکو فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے روایت کیا ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۳۸) جن کا مذہب پہلے بیان ہو چکا ہے
کہ وہ تین طلاقیں کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ روایت میں بھی تین روایوں کے مل کر ہی نہ چل سکتی ہے
فرماتے ہیں کہ ان روایوں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بحالہ سے جس بیوی کو تین طلاقیں
دی تھیں وہ سب کے سب علیحدہ ہیں صحیح روایت یہ ہے کہ انہوں نے صرف ایک ہی
طلاق دی تھی۔ (سنن دارقطنی جلد ۱ ص ۱۳۸) اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جس راوی کے
ساتھ میں منکر الحدیث ہوں تو اس سے روایت کرنا جائز نہیں (مجموع جلد ۱ ص ۱۳۸)
جلد ۱ ص ۱۳۸ طبعات، یکی جلد ۱ ص ۱۳۸ و در سب الراوی ص ۱۳۸) اگر امام بخاریؒ کی تحقیق کے
تو جسے اس روایت کا بیان کرنا ہی جائز نہیں ہے۔
وہ ایضاً :- حضرت دکانہ کی صحیح روایت میں بحالہ تین طلاقیں کے ساتھ کا لفظ ہے۔

چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ :-

هذا اصح من حديث ابن جريج ان
حضرت زکاة ثانی یہ روایت (جس میں نہایت
دکالتہ طلق امرأته ثلاثا لفظہ
لفظاً مجرد ہے، ابن جریج کی روایت زیادہ
اصل بیتہ وهم اعلیٰ بیانہ
بیان ہے جس میں آیت کے انہوں نے تین طلاقیں
دی تھیں کیونکہ نہ دلی حدیث ان کے گھر سے
بیان کرتے ہیں اور وہ اس کو زیادہ جاننے ہیں

الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۳۹

اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ

واثبت ما روي في قصة زكاة الله
طلقها العلة ثلاثا لا

رسل الوطار جلد ۱ ص ۲۳۹

نہ کہ تین۔

امام لوری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایت نے لفظ بیتہ کو تین سچ کرنا یا اس کا
لفظ اپنی غلط فہم کے مطابق کہہ دیا ہے۔ (مجلد جلد ۱ ص ۲۳۹)

الغرض اس روایت سے تین طلاقیں کا اثبات اور پھر تین کو ایک قرار دینا اور
پھر تین کو تین کا حق دلانا غلطیات یعضاً فوق بعض کا مصداق ہے اور حلال و حرام
کے نیا دی سنو میں ایسی ضعیف و کمزور روایتوں پر اعتماد بھی کب جائز ہے؟ اور
پھر وہ بھی صحیح اور صریح روایت اور اجماع امت کے مقابلہ میں۔

تیسری دلیل

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت زکاة ثانی اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں
تین طلاقیں دے دی تھیں جس پر وہ سب ہی ویگور اور پشیمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک
مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم رجوع
کر لو اگر وہ منہ احدہ جلد ۲ ص ۲۶۵ و سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۳۳۹ قاضی شوکانی فرماتے ہیں
کہ اس کی تخریج امام احمد اور ابویعلیٰ نے کی ہے اور ابویعلیٰ نے اس کی تصحیح کی ہے (ذیل ص ۳۳۹)

جواب یہ یہ روایت بھی قابل احتجاج نہیں ہے اذلاً اس لیے کہ اس کی سند میں
محمد بن اسحاق واقع ہے، امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں (ضعفاء مشہور لسانی ص ۱۵۸)
امام ابویعلیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد ۱ ص ۴۴) ام واطنی فرماتے ہیں کہ وہ
قابل احتجاج نہیں محدث سلیمان بنی فرماتے ہیں کہ وہ کذاب تھا، امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ
کذاب تھا امام بیہقی بن حیدر القطن فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے (زمین ج ۲ ص ۳۳)
امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۱۸)
بندار جلد ۱ ص ۲۳۹) اور امام مالک نے اس کو کذاب بھی فرمایا ہے (تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۲۳۹)
امام ضعیف بغدادی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق کے ہاں میں امام مالک کا کلام مشہور ہے اور
حدیث کا علم رکھنے والوں میں سے کسی بخشنے نہیں ہے (تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۲۳۹) مسلم
فرماتے ہیں کہ حلال و حرام کے ہاں میں اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ
جلد ۱ ص ۱۹۳) اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق سے جب کہ وہ مشہور ہو احکام کے
ہاں میں احتجاج نہیں کیا جاسکتا چہ جائیکہ جب وہ اپنے سے بہت اور فقہ داروں کی مخالفت
کر تا ہو (مجلد الدرایہ ص ۱۹۳)۔ نواب صدیق حسن خاں ایک سند کی تحقیق میں جس میں محمد بن اسحاق
آتا ہے لکھتے ہیں۔

در سندش نیز ہماں محمد بن اسحاق است و محمد بن اسحاق حجت نیست مدوئل الطلاب
۱۲۹) حافظ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق کی یہ روایت وہم پرستی ہے کہ نہ کہ فقہ
مردی بلکہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زکاة ثانی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں نہ کہ تین
(درایۃ المحدثہ جلد ۱ ص ۳۳)

و ثانیاً اگر تہا محمد بن اسحاق ہی اس سند کا راوی ہوتا تو اس کے ضعیف اور ناقابل
احتجاج ہونے کے لیے یہی کافی تھا مگر غرض تب تو یہ ہے کہ اس سند میں راویوں میں سے بھی
ہے جو کمزور سے روایت کرتا ہے، امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا، امام سفیان بن
حذیفہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کی حدیث سے گریز کیا کرتے تھے۔ محدث علی بن عسکری کہتے

ہیں کہ وہ میرے نزدیک منصف ہے (میزان جلد ۱ ص ۲۱) امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ قوی نہ تھا امام ساجی فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث تھا، محدث جو زحافی کہتے ہیں کہ محدثین ان کی حدیث کو قابل تصریح نہیں سمجھتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۸۱) اور امام علی بن المدینی امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ داؤد بن حصین کی روایت عکرمہ سے منکر ہوتی ہے۔ (میزان جلد ۱) اور یہ روایت بھی عکرمہ سے ہے۔ حافظ ابن حجر ان سے متعلق یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ ثقہ ارفاقی عکرمہ اور تقدیب ص ۱۱۱ کہ وہ ثقہ ہے عکرمہ کی روایت میں ثقہ نہیں ہے۔ اسی لیے امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تحت قائم نہیں ہو سکتی (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۳۰) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے (تحفہ الجلیہ ص ۲۱۹) علامہ ذہبی اس روایت کو داؤد بن حصین کے متاثرین میں شمار کرتے ہیں (میزان جلد ۱ ص ۱۸۱) مولانا شمس المصطفیٰ صاحب علیہ السلام کہتے ہیں کہ حافظ ابن القبری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے (تعلیق المغنی جلد ۲ ص ۲۹۹) لیکن مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب رد المحتار فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اسناد کے حسن ہونے سے حدیث اس وقت حسن ہو سکتی ہے جب حدیث میں کوئی اور عیب نہ ہو اور یہاں اور عیب موجود ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس کو محمول کہلے۔ خاص کر جب امام احمد کا فتویٰ بھی اس کے خلاف ہے تو یہ صحیح روایت کا مشابہہ پختہ ہونا ناہی انتہائی (صفحہ ۱۱)

یہ ہیں وہ روایات جس سے زمانہ حال کے غیر عقلدار حضرات قرآن و حدیث اور مہجور کے اجماع کے مقابلہ میں عہد کو محال کرنے کا اوصار کھاتے بیٹھے ہیں اور منظر پر منظر کا پتہ چیتے جانتے ہیں اور حق پر کھڑے کہہ مکارہ اور مجاہد کرتے ہیں۔ خواہ اس سے۔

الحاصل تین طلاقیں کو ایک قرار دینا اور غیر متزل بہا کی متفرق طور پر دی گئی تین طلاقیں پر مطلقہ کا حکم چھپا کر زمانہ روایت ثابت ہے اور نہ درایت بلکہ یہ زنی غلط تھی اور ہم کا نتیجہ ہے جیسا کہ پہلے بحث گذر چکی ہے اور ایسی غلطی پہلے لوگوں کو بھی ہو چاہی کہ فی حق منکر ہو یا انصاف اور دیانت دار لوگ تھے اس لیے وہ غلطی پر آگاہ ہونے پر اس کو چھڑا دیتے تھے،

مگر آج تو تعصب اور ضد کو چھوڑ کر پسند نہیں کیا جاتا۔ (الامام شہداء اللہ تعالیٰ حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ مجھے بعض ایسے راویوں نے جن پر مجھے اعتماد اور محبت نہ تھی یہ حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو بکالت جنس تین طلاقیں دیدی تھیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا تھا میں بیس سال تک اس غلط فہمی کا شکار رہا لیکن بعد مجھے انقلاب یوں بن جیسے جو نہایت ثمر اور مثبت راوی تھے یہ روایت سنائی کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی نہ کہ تین اور تین کی نسبت ان کی طرف غلطی ہے (مصدقہ مسلم جلد ۱ ص ۴۴) مشن الکبریٰ ص ۲۳۳ اس قسم کی غلط فہمی کا واقع ہونا کوئی مستبعد امر نہیں ہے مگر دلائل کے بعد اس پر مجبوراً خاص تعصب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس سے محفوظ رکھوں گے آمین۔

پختگی دلیل

جو حضرت تین طلاقیں کو ایک کر دکھانے کے دہلے ہیں، ان کا آخری حربہ یہ ہے کہ تین طلاقیں کو ایک کہنے والے بعض علماء تنفیہ بھی ہیں اگر یہ بات دلائل کے لحاظ سے قوی نہ ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کہتے اور مثال کے طور پر حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی (المتوفی ۱۲۴۰ھ) کا نام گرامی پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولانا نے اپنے فتاویٰ میں تین طلاقیں کو ایک قرار دیا اور اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ لہذا تین طلاقیں کا ایک ہونا فتویٰ اور حق منک قرار پایا اور اس پر عمل کرنا حدیث و فقہ دونوں پر عمل کرنا ہوا۔

(ملاحظہ ہو فتاویٰ شامیہ جلد ۲ ص ۵۲ وغیرہ)

جواب: حضرت مولانا عبدالحی صاحب کے جس فتویٰ کا سوال دیا جاتا ہے وہ ان کے مجموعہ فتاویٰ جلد ۱ ص ۴۸۶ و ص ۴۸۵ میں موجود ہے (اور یہ استفتاء مادی مجاہدی الادبی ۱۲۹۰ھ) کا ہے مگر مولوی محمد عثمان مدنی خطیب و پیش امام جامع مسجد رسالہ اولیٰ اور دیوں ہے۔ استفتاء دیکھا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں اس پر بار

کئے سے تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں؟ اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی
میں ثلاث واقع نہ ہوں تو حنفی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی ضرورت
دی جاوے گی یا نہیں؟ الجواب :- ہوا المصوب اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین
طلاق واقع ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر وقت ضرورت کے اس
عورت کا تعلق نہ ہونا اسے دشوار ہوا اور احتمال ضامہ زائدہ کا ہر تعلق کسی اور ام کی اگر کر گیا
تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نظیر اس کی مسکن نکاح زوجہ معذور و عدت ممتدة الطهر موجود ہے کہ
حنفیہ عند الضرورة قول امہ بالکف پر عمل کرنے کو درست کہتے ہیں۔ چنانچہ رد المحتار میں مفسد
مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عام شافعی سے استفسار کر کے اس کے فتوے پر
عمل کیسے۔ واللہ اعلم حضرتہ محمد عبدالحی عفی عنہ ایمہ اس سے
استدلال باطل ہے، اولاً اس لیے کہ یہ مسئلہ بہر حق ان اور حدیث سے مؤید اور مدلل ہونے
کے علاوہ جمہور امت کے اجماع اور ائمہ اربعہ کے اتفاق سے ثابت ہے کہ تین طلاق
تین ہی ہوتی ہیں نہ تو اس میں امہ بالکف کا کوئی اختلاف ہے اور نہ امہ شافعی کا اور نہ ان
کے متحدہ و مستند متقدمین علماء میں سے کسی کا۔ پھر اس مسئلہ کے بانی نہ کہنا کہ وہ شخص کسی
عام شافعی سے استفسار کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کیسے محض ہوائی قلعہ ہے اور یہ حضرت
مولانا مکتونجی کا زامہ ہم اور سرعت قلم کا نتیجہ ہے جس کی دلائل اور براہین کے مقابل میں کوئی
جہیت نہیں ہے اور نہ فقہاء احناف کے جم غفیر کے محقق اور مفتی بہ قول کے سامنے اس
کی کوئی وقعت ہے اور ظاہر اس ہے کہ حلال و حرام کے کسی مسئلہ کی بنیاد کسی عالم اور مفتی
کی لغزش قلم اور ہم پر نہیں رکھی جاسکتی بلکہ دلائل اور براہین پر ہی رکھی جاسکتی ہے اور
پھر یہ بھی احتمال ہے کہ یہ عمل فتویٰ الحاقی ہو جس کے الفاظ ہی اس کے غیر ذمہ دار نہ ہونے
کا بین ثبوت ہے و ثانیاً اگر یہ فتویٰ خود مولانا مرحوم کا اپنا بھی ہو تو یہ خود ان کے اپنے
فتویٰ سے جو اس کے بعد کہ ہے سرودہ اور باطل ہو جائے جس میں دلائل کے ساتھ
انہوں نے بحث کی ہے اور یہ بعد کا فتویٰ مجاہدی الاولیٰ ۱۳۱ھ کا ہے اور برہان مستندی

ایک شخص نے نہیں بلکہ خاصی جماعت ہے ہم اس استفسار اور اس کے جواب کو بعینہ
تقل کرتے ہیں مگر وضاحت سے ملاحظہ فرمائیں۔

استفتاء

ہم سب جماعت سنیین کے محدثو بنگلور مجتہد علی جناب خیر و برکت مآب صاحب الکمال
واقع الاحادیث والقیات علامہ ذیل محدث جلیل امہ السیاحی مدظلہ العالی صاحب الدلیل
القوی مالک الطریق المستقیم جامع الاعتدال محب الانصاف مولانا مولیٰ الانصاف حضرت
البرائعات الخلیج المولوی الخافظ المصطفیٰ المدظلہ الشیخ محمد عبدالحی العسوی و امہ فیض الصوری
والعسوی کے بعد منظر و نیاز عرض پر دائر ہیں کہ اس مسئلہ میں ہم سبھوں کا جناب عالی کے فتویٰ
پر فیصلہ ٹھہرتا ہے اور یہاں کے علماء نے صورت کی تحریر پر اتفاق کیا ہے وہ یہ ہے کہ زید نے
بیوی کو ایک مجلس میں تین مرتبہ کہہ کر تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے لیکن اس نے
نفسے میں بلا نیت الاعتدال ثلاثہ اور بدولت کچھ معنی اور حکم اس الفاظ کے کہہے پس
اس صورت میں طلاق ثلاثہ واقع ہوگی یا نہیں یہاں دو جماعتیں ہو گئی ہیں ایک جماعت
کہتی ہے کہ مطابق کچھ ظاہر احادیث کے واقع نہ ہوں گی اور ایک جماعت کہتی ہے کہ واقع
تحقیق فقہائے محدثین کے واقع ہوگی پس آپ فرمادیں کہ اس مسئلہ میں چاروں مذاہب
کا کیا اختلاف ہے یا اس کے واقع ہونے پر مجتہدین اربعہ کا اتفاق ہے اور اس پر حدیث
سے کیا سند ہے اور یہ واقع ہونے پر کون سی حدیث دلالت کرتی ہے اور پھر اس حدیث
میں کیا علت تھی اور کون سی حدیث اس کے معارض ہوئی جو اہل مذہب نے چھوڑ دیا فقہ اور
حدیث سے سب کے دلائل میں جرح و تعدیل اور روایات حدیث طریفہ کے تحریر کیجئے اور جو مفتی
ہے کہہ دیجئے کہ مجھ سے چھپ کر شائع ہوگا اور آپ کہ اس میں اجازت لگا۔

الجواب :- ہوا المصوب :- جو شخص تین طلاق دیا ہے اور مقصود اس کو دونوں مرتبہ
سے تاکید نہ ہو پس اس صورت میں مذہب جمہور صحابہ و ائمہ اربعہ و اکثر متقدمین
و مجتہدین و مجتہدین تین طلاق واقع ہو جائیں گی البتہ وجہ احکامیہ خلاف طریقہ شرعی

نکاح لازم ہوگا۔ موطائی اہم کلمہ میں مروی ہے۔ ان رجلاً قال لہ ابن عباس علی طلقتم امرأتی مائة تطليقة فهاذا اثری فقال لہ ابن عباس طلقتم وبنك ثلاث وسبع وتسعين اتخذت بها آيات الله هذا شرح معانی آثار میں ہے عن عبد الله بن مسعود قال فی الرجل يطلق البكر ثلاثا انها لم تحل لہ حتی تنكح زوجا غيره۔ موطا امام مالک میں مروی ہے۔ طلق رجل امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها ثم بدأ لہ ان ينكحها فجار يستقي عبد الله بن عباس وابا هريرة في ذلك فقالوا لہ نكحها ان نكحها الا ان تنكح زوجا غيره قال فهاذا طلاق اياها واحدة فقال ابن عباس انك ارسلت ما كان لك من فضل اور الباء ہی حکم حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے کیے گئے روایت کی ہے اور حضرت عمرؓ کا اسی امر پر اہتمام کرنا اور انہوں نے طلاق کے وقوع کا حکم دینا اگرچہ ایک حد میں ہوں صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے اور یہی قول موافق ظاہر قرآن سے ہے۔ باقی وہ حدیث جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کان الطلاق علی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم والى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عثمان الناس قد استعجلوا في امر كان لهم فيه اناة فلو لمضينا عليه لپس اس کی تاویل چھوڑ دیتے ہیں وفتنہ کے نزدیک یہ ہے کہ اوائل ہر تین مرتبہ طلاق کے لفظ اگر کہتے تھے تو اس سے تاکید نہ ظہور ہوتی تھی اس وجہ سے وہ ایک ہی ہونے کا فائدہ النودی وابن الہمام وغیرہا وادللہ علی حررہ الواجب عقوبتہ القویہ الواجبات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی۔

(مجموعہ فتاویٰ جلد ۱ ص ۴۹ تا ۵۰)

حضرت مولانا مروتؒ کا یہ مفصل مدلل اور بہترین فتویٰ ایک کتاب ہے اور مجمل اور غیر مدلل فتویٰ (جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے) اس سے قبل کا ہے لہذا انہما یؤخذ بان خذوا لہ کے قاعدہ کے مطابق ہی آخری فتویٰ ان کا قابل افتخار اور معتبر ہے اور پہلا فتویٰ مردود ہے۔

علامہ انیس حضرت مولانا اپنی وفات سے تقریباً دو برس پہلے تقریباً ۱۳۲۲ھ میں یعنی اپنے پہلے فتوے کے بارہ سال بعد عدہ الرعا میں تحریر فرماتے ہیں کہ بہ۔ القول الثالث ان الثلاث يقع بايقاعہ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے تین طلاقیں واقع کر دیں تو قبول ہی واقع ہو جائیں گی۔ عام مدخولہ وهو قول جہہود الصحابة اس سے کہ عورت سے جو بستی کی گئی ہو ان کی واثا بعین والائمة الاربعة وغيرہم جو اور یہی جہود بھی ہو اگرچہ ما بعین اور اگر اربعہ من المجتہدين واتباعہم اور یہی مجتہدین اور ان کے اتباع کا قول ہے۔ وعدة الرعا تجلہم حاشیہ شرح وقایہ

اور مولانا مروتؒ نے بحوالہ اس قول اور مسلک کا اثبات کیا ہے اور دوسرے اقوال کو نقل کر کے ان کا مدلل جواب دیا ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ اربعہ جن میں حضرت امام شافعی بھی ہیں اسی کے قائل ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اور پہلے (مردود اور مرجوح) فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حضرت امام شافعی کا اختلاف ہے اور اسی لیے اس فتویٰ میں اس کی تصریح ہے کہ مستثنیٰ کسی علم شافعی سے استثناء کر کے اس کے فتوے پر عمل کرے۔ جب اس مسئلہ میں تین اور شافعی کا مسئلہ سے کوئی اختلاف ہی نہیں تو پھر شافعی عالم سے استثناء کرنے کا اور اس کے فتویٰ پر عمل کرنے کا کیا حاشیہ؟ الغرض یہ تمام دلائل اس فتویٰ کے الحاقی یا مردود و مرجوح ہونے پر دال ہیں۔

ملاحظات

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں میں بعض خود دلائل پیش کرنے میں عاقلانہ غلطی پیش نہیں ہیں احکام الموقعین، زاد المعاد اور اغاثۃ اللفغان وغیرہ میں انہوں نے صفحات کے صفحات اس مسئلہ کے صحیح اور حق ثابت کرنے کے لیے سیاہ کر ڈالے ہیں، اور اگر طرف سے پیش کردہ دلائل کا جائزہ تو آپ نے لیا ہے۔ اب یہ سب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بعض اہم ملاحظات کا تذکرہ بھی کریں تاکہ اس مسئلہ کے بارگوشے

اجاگر جو کرساے آجائیں۔

پہلا مفاطلہ

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ اگر بات مردم شماری پر ختم ہوئی ہے تو ہم اس میں بھی نہ غلبہ نہیں کریں گے۔

وَعَنْ نَكَارِ صَعْدٍ بَعْلُ صَحَابِي مَاتَ بِهِمْ هَاسُ صَحَابِي كُثْرًا رَكَعَ وَصَلَتْ عَمْرَةَ خَلِيفَةُ
الْبَصْلُ مِنْ خَلِيفَةِ عَمْرَةَ وَخَلِيفَتَا
مَقْدَمِهِ وَخَلِيفَتُهُ وَخَلِيفَتُهُ
مِنْ عَمْرَةَ مَعَ الصَّاحِبَةِ عَلَى
عَلَى عَمْرَةَ الْوَلَدُ الْمَعْدُومُ طَبْعُ قَسَمٍ

المجاوب پر یہ حافظ ابن القیم کا مفاطلہ ہے اور اس سے ان کا مطلوب ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اُنہ اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت جو علم وغیرہ میں ہے وہ تو متنازع فیہا ہے جس میں تین طلاقیں کو ایک قرار دینے کا ذکر آتا ہے اور جس کی مفصل بحث عمر بن کر دی گئی ہے کیا اس روایت کے علاوہ حافظ ابن القیمؒ اور ان کے اتباع کسی صحیح اور صریح حدیث سے یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں جو طلاقیں کو ایک کیا گیا تھا؟ اگر ہے تو لایسنے بسم اللہ خلافت اس کے ہم ہوا ثابت کر چکے ہیں کہ خود انحضرت علیؓ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دی گئیں اور آپؐ نے ان کو تین ہی قرار دیا جب وہ ایسا کہنے سے قہراً حاضر بنے تو حضرت ابن عباسؓ کی مجلس کی مجلس اور ذیل روایت پر غور نظر مردم شماری کا کچھ مطلب؟ پہلے ان کو تین طلاقیں کو ایک کرنے کا صحیح اور صریح حوالہ دینا چاہیئے پھر حضرت صحابہؓ کو مردم شماری کو امیں۔ وثائق حضرت ابو بکرؓ کی خلافت دو سال اور چار ماہ تھی (راحمال علیہ) اور اس ذکر میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کہ کسی نے تین طلاقیں دی ہوں اور پھر ان کو حضرت ابو بکرؓ نے یا ان کی خلافت میں کسی اور نے ایک قرار دیا ہو اگر ہے تو صحیح اور صریح حوالہ دے گا ہے اور پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر

ہے کہ غیر القیوم کے اس مبارک ذکر میں مطلقاً کسی بیوقوف ترین چیز کا ممکن ہے کہ تقریباً سوا دو سال کے عرصہ میں سے کوئی واقعہ ہی پیش نہ آیا ہو اور اگر ہوا بھی ہو تو صرف ایسے نام شرف دو چار دیکھے ہوتے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ان کا اس وقت اکثر صحابہؓ کو علم بھی نہ ہوا ہو اگر بالفرض تین کو ایک بھی قرار دیا گیا ہو تو پھر بھی اس پر تمام صحابہؓ کے اتفاق اور مردم شماری سے کیا فائدہ؟ وثائق حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں اگر بیہ خلعت محاذوں پر جہاد ہوتا رہا مگر جنگ یمامہ کے سوا باقی محاذوں میں بہت کم صحابہؓ کو مردم شماری سے شہید ہوئے اور جنگ یمامہ میں بھی شہید ہونے والوں کی تعداد صحابہؓ کو مردم شماری سے شہید ہونے والوں سے زیادہ نہیں اور یہ مسئلہ بروایت حضرت ابن عباسؓ حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو بائیس سال میں جاری تھا کہ تین طلاقیں کو ایک قرار دیا جائے۔ اس ذکر میں کتنے صحابہؓ کو مردم شماری سے شہید ہوئے یا فوت ہو گئے جن کو حافظ ابن القیمؒ بزرگ خود ساتھ ملا کہ مردم شماری بڑھانے کے درپے ہیں حضرت عمرؓ کے ایک خلافت میں روٹیوں اور اینٹوں کے ساتھ اور اسی طرح دوسرے علاقوں میں جہاد کرتے ہوئے نسبت کافی صحابہؓ کو مردم شماری سے شہید ہوئے اور اسی طرح طاعون مگروس اور دیگر مواقع میں کافی وفات پانگے لیکن بایں ہمہ اس کے بعد بھی صحابہؓ کو مردم شماری کی اکثریت و برکت ہی الفرض حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو تین سال میں حضرت صحابہؓ کو مردم شماری سے شہید ہوئے یا بطبعی طور پر وفات پانگے اور وہ بھی غالباً اس مسئلہ سے بے خبر کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہے، پھر ان کی مردم شماری سے کیا حاصل؟ بخلاف اس کے جب حضرت عمرؓ نے تین طلاقیں کو تین ہی قرار دیا تو اس پر حضرت صحابہؓ کو مردم شماری کا اجماع ہوا اور کسی نے اس کے خلاف لب کشائی نہ کی حتیٰ کہ راوی حدیث حضرت ابن عباسؓ بھی حضرت عمرؓ اور اصحاب صحابہؓ کے ہم نوا ہو گئے اور تین طلاقیں کو تین ہی قرار دیتے تھے۔

حافظ ابن القیم کا یہ فرمانا سرسراہل ہے کہ۔

لَا يَصْدُقُ فِي عَهْدِ الصَّلَاحِ أَحَدٌ دَعَاؤُكَ
وَلَا خَلْفَهُ دَعَاؤُكَ الْهَيْفَانِ حَيْدُكَ

حضرت صلح کی خلافت میں اس کو روکنے والا اور اس سے اختلاف کرنے والا کوئی معلوم نہیں ہو سکتا

کیونکہ حافظ ابن العقیلم کو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ خلافت صحیح اور مرجع امر فروع روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں تین طلاقیں کو ایک قرار دیا گیا اور اس کے خلاف کوئی مخالفت آواز نہیں اٹھی اس کے بغیر محض ہوائی قلعہ ہے بخلاف اس کے کہ حضرت عمرؓ سے صحیح روایات سے تین کو تین قرار دینے کا ثابت ہو تو وہاں اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھی۔

دوسرے مخالف طالعہ

حافظ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ایک آنکھ سے زیادہ حضرت صہیبر کو گرام بخود دے جسے جنوں نے آپ کو دیکھا اور آپ کا کلام سنا تھا کہ میں اس پر قدرت ہے کہ تم ان سب سے یاں میں وٹس سے یاں کے عشر عشر یاں کے عشر عشر و عشر عشر عشر سے ثابت کر لو کہ انول نے ایک دھوکہ تین ملاو کو تین ہی قرار دیا ہے اگر تم اپنی پوری طاقت بھی صرف کرنا لو تو تم میں انفس سے بھی کبھی ثبات نہیں کر سکتے علاوہ ان سے مختلف اقوال آئے ہیں۔

فقد صح عن ابن عباس الغولان و
صح عن ابن مسعود الغول بالمدوم
صح عنه التوقف
(زاد المعاد جلد ۴ ص ۲۳۷)

الجواب۔ یہ بھی حافظ ابن القیم نے فرما لیا ہے کہ جو کہ ہم نے حضرت صحابہ کرامؓ کا جملہ اپنے ہاتھوں میں دیکھا ہے اور ہم حافظ ابن القیمؒ اور ان کے اتباع سے ان کے پیش کردہ اصول کے مطابق یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بجائے بین الفلوس کے دس نفوس سے اور بجائے دس نفوس کے پانچ نفوس سے پاسرا کر صحیح ترین اور متصل روایت سے ثابت کر دیں کہ انہوں نے تین طلاقیں کو ایک قرار دیا ہے اور اس کے لیے قرن امیر اہل علیہ السلام تک مکتب ہے دیدہ و پایہ۔ و لایہ امر کہ حضرت ابن عباسؓ کے

دولوں قول صحیح ہیں یہ بھی حافظ ابن القیم کا مضاف ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کا
صرف ایک ہی قول صحیح ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں ہاں دوسرے قول ان کا کہ
صحیح ہے کہ غیر داخل بہا کی متفرق طور پر کوئی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہے یہ کہ اگرچہ
و غیر کے حوالے سے پہلے گزرجچکا ہے و قول بہا کی تین طلاقیں کے ایک ہونے کا کوئی قول
ان کا صحیح سند ثابت نہیں ہے من ادخل خلافة فعليه الميان بالردمان۔
اسی طرح حضرت ابن مسعود کا صحیح قول اور صحیح روایت تین طلاقیں کے تین ہونے
پر بھی زال ہے توفیق کی روایت کسی صحیح اور متصل سند سے ثابت نہیں ہے طبع آسانی
شرط ہے اور پہلے رد حافظ ابن القیم کے حوالے سے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ بلاشبہ
حضرت ابن مسعود وغیرہ سے تین طلاقیں کا تین ہونا ہی ثابت ہو چکا ہے اگر اس کے
خلافت بھی ان سے کچھ ثابت ہے توفیق صہ بلاشبہ عن ابن مسعود لا کی
روایت بلاشبہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ کیا حافظ ابن القیم کے نزدیک ملال و حرمل جیسے
اہم مسئلہ میں وہ متفاد حکم اور روایتیں یک وقت صحیح ہو سکتی ہیں؟ یا بلاشبہ صحیح
روایت کے مقابل میں توفیق کی روایت صحیح ہو سکتی ہے؟ یہ حافظ ابن القیم کا زوال
و ہم رد مضاف ہے واللہ تعالیٰ سورہ فہم سے پہلے۔

میشتر امضا ملطہ
حافظ ابن العیثم فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ اور جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کھجرات
کی رمی دفعۃً سات سنگیوں سے کی جائے تو وہ ایک ہی کبھی جان بچی اسی طرح تین طاقوں
کو کبھی ایک ہی کبھی چار پلہ بیٹے۔ (مجموع الفتاویٰ المصنف جلد ۱ ص ۷۲)
جواب :- اس سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے۔ اولاً اس سے کہ کھجرات پر کچھ کرنا
مادہ اودھم کھینچی کے وقت اللہ کو کرنا ایک قسم کی عبادت ہے اس پر طلاق حدیجی فرض ہے
کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے و ثانیاً کھجرات پر کچھ کرنا پھینکے کے مسلمان یا کھجرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا روج اور شاک ہے۔

دو ہی الجسار (تو) (مجلد ۱ ص ۲۲۷) کہ برکت کی دلی گواہی ایک ہی ہے کہ کسی بھی عورت کے
 بخلان طلاق کے کہ اس میں تفریق اور صحیح دونوں صورتوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اگرچہ
 مستحق طلاق میں بھی یہی ہے کہ ہر طرف میں ایک ایک ہونی چاہیے مگر دفعہ تین طلاقوں
 کا اعتبار بھی کیا گیا ہے۔ یہاں کہ باحوالہ بحث پہلے عرض کی جا چکی ہے اور آنحضرت صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جوہر صحابہ اور جوہر امت کے اتفاق سے تین طلاقوں کا تین
 ہونا اگر ثابت ہے مگر دفعہ سات کنیزوں کی بیک وقت رومی سے فعل درمی کا ثبوت نہیں
 لہذا طلاق کا اس پر قیاس ہرگز صحیح نہیں ہے وراثتاً قطع نظر دوسرے مواقع کے جہاں اربع
 کے موقع پر تین یا ہزاروں کی تعداد میں حضرت صحابہ کو اٹھانے کے ساتھ دفعہ تینج اور ایک
 اور عبارت کی رومی بھی کی مگر کسی ایک سے بھی صحیح اور صریح ثبوت نہیں کہ انہوں نے دفعہ سات
 کنیزیاں بیعت کیں اور ان کو ایک شمار کیا گیا اس کے برعکس اس دور میں دفعہ طلاق تین ہی
 دی گئیں اور ان کا اعتبار ہوتا۔
 چوتھا مخالفہ۔

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ لو ان میں اگر کوئی شخص بچائے چار مرتبہ شہادت دینے کے
 ایک ہی دفعہ یہ کہے کہ میں چار دفعہ شہادت دیتا ہوں تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ ایک
 ہی شہادت تصور ہوگی۔ اسی طرح دفعہ تین طلاق بھی ایک ہی ہوگی۔

(محصلہ افاشۃ اللفظان جلد ۱ ص ۲۲۷)

جواب :- اس سے بھی استدلال ناممکن ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر کوئی
 شخص کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام لگائے تو قرآن وحدیث کی تصریح کے مطابق اس کو چار
 گواہ قائم کرنے پڑیں گے اگر تین گواہ ہوں اور چوتھا مہیا نہ ہو سکے تو الزام لگانے والے کو
 اتنی کوڑے سزا ہوگی اور یہ مخصوص ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام عائد
 کرے کہ وہ اور گواہ نہ ہو تو اس حدیث میں احادیث کا جو ایسی شہادت اور گواہی کا نام
 ہے جس میں تین قہیں لعنت کے لفظ سے ملتی ہوئی ہوں اور یہ لعان خاوند کے حق میں متفقہ

کے قائم مقام ہے اور عورت کے حق میں مردانہ کے قائم مقام ہے اور دفعہ تین اور دفعہ زنا اور زنا
 حدود کی حد میں ہیں اور آپ اس کو یوں بکھر سکتے ہیں کہ یہ چار شہادتیں چار گواہوں کے عوض
 میں ہیں ان میں ایک ایک چار گواہ مطلوب ہیں تین سے بھی کام نہیں چل سکتا تو یہ لعان
 میں شہادتیں بھی ایسی ہی سمجھئے علاوہ ازیں حدود میں معمولی شہر کی چار بھی حد کو ٹال دیتا شرعاً
 مستحق امر ہے جبکہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا اور ذوالحدود عن المسلمین ما استطعت الحدیث الجامع الصغیر ص ۱۱۱
 وقال صحیحہ کہ مسلمانوں سے جتنا بھی تمہارے بس میں ہو محدود کو ٹال دینا بھی معمولی شک
 اور شبہ بھی ہو تو سزا دو تو اس پر تین طلاقوں کے ایک ہونے کا قیاس باطل و مردود ہے
 کیونکہ طلاق تو صغیر سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور جب ان میں اننا واضح فرق موجود ہے تو
 ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

پانچواں مخالفہ

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ حدیث میں آئے ہیں کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ
 سبحان اللہ و بسم اللہ پڑھے گا تو اس کے گناہ رحیم کا تعلق حقوق اللہ لگانے
 سے ہے۔ صغیر معاف ہو جائیں گے اگرچہ عمدہ کی جھانگ جتنے بھی ہوں تو اگر کوئی شخص
 ایک ہی دفعہ کہے سبحان اللہ و بسم اللہ مائتہ مرتبہ تو اس سے ایک دفعہ ملو
 ہوگی ذکر سو مرتبہ اسی طرح تین طلاق بھی جو دفعہ دی جائیں ایک ہی تصور ہوگی، نیز
 حدیث میں آئے ہیں کہ نماز کے بعد ۲۲ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۴۴
 دفعہ اللہ اکبر پڑھنا چاہیے تو اگر کوئی شخص ایک دفعہ سبحان اللہ کہے اور ساتھ ۴۴ کا
 عدد لگائے تو وہ ایک ہی تبلیغ مانی جائے گی۔ اسی طرح تین طلاقوں کو ایک سمجھا جائے گا
 (محصلہ افاشۃ اللفظان جلد ۱ ص ۲۲۷ و قریب منه فی زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۲۷)
 الجواب :- حافظ ابن القیم کا یہ فرمان بھی بالکل بے جا اور بیکار ہے۔ آؤ اب اس
 لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر فی نفسہ مطلوب و محرم ہے پھر اس پر طلاق جیسی مخصوص چیز کا تین

کرنا ہے۔ وثائقاً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح و تہلیل میں ان کے لئے کوئی انتہی حد مقرر نہیں ہے وہ جتنا زیادہ پڑھتا ہے یا تسبیح پڑھتا ہے اور ارشاد خداوندی یہ ہے کہ اذکر اللہ ذکراً کثیراً یعنی اور تسبیح و تہلیل اور رات ہر وقت اور قیام و قنوت اور کھڑے پر بیٹے ہوئے ہر حالت میں مطلوب ہے۔ اس پر طلاق کو قیاس کرنا جس کی شرعاً حد مقرر ہے اور اگر کسی حد تک ہے اور ہے بھی، مگر بعض بعد از انصاف ہے وثائقاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تسبیح پڑھ کر بھی ادا فرمائی ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا ذُكِّرُوا بِهِ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس کی مخلوق کی تصریح صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ بنت جحش کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے سامنے کھجور کی چار ہزار گٹھیاں پڑی ہیں اور وہ ان پر تسبیح پڑھ رہی ہیں، آپ نے فرمایا کہ اے حفصہ بنت جحش تو کیا کر رہی ہے ہاتھوں نے فرمایا کہ میں تسبیح پڑھتی ہوں، آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے پاس کھجور کے ہو کر اس سے زیادہ تسبیح پڑھ لی ہے وہ فرماتے تھیں حضرت مجھے بھی اس کی تعلیم دیں آپ نے فرمایا کہ۔

قولی سبحان اللہ عدد ما خلق من شیء تو کہہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ہر اس مخلوق و مستند کے بعد اللہ تعالیٰ الحاکم والذی یصلح کی گنتی کے برابر جو اس نے پیدا کی ہے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا

قولی سبحان اللہ عدد ما خلق فی السموات تو کہہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس مخلوق کی تعداد کے سبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض والا کی تعداد میں جو اس نے زمین میں پیدا کی ہے۔ اور جامع المسانید علیہ السلام میں ہے سبحان اللہ عدد ما خلق سبحان اللہ عدد ما فی السموات والارض سبحان اللہ عدد ما احصی فی کتابہ سبحان اللہ عدد کل شیء الا۔

ان صحیح حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ کہنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کی گنتی کی مقدار میں تسبیح ادا ہو جاتی ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بجز نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی گنتی کی مقدار پر سبحان اللہ اور اسی طرح اس مخلوق کی گنتی اور عدد کے برابر جو اس نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہے اس کی ذات پاک ہے بلکہ ساری مخلوق کو الگ الگ شمار فرماتے مثلاً تمام انسانوں میں سے ایک ایک کا نام لیتے اور اسی طرح فرشتوں اور جنوں میں سے ایک ایک شمار کرتے اور جن کی آسمان و زمین کے ایک ایک ذرہ کو جدا جدا گنتے علاوہ انہیں معمولی سمجھ دالا کوئی بھی اس امر کو بخوبی جانتا ہے کہ عدد اور گنتی میں جب دلائی، سینکڑوں اور ہزاروں وغیرہ ذکر کیا جاتا ہے تو یوں نہیں کرتے کہ ایک ایک الگ الگ الگ الگ اور جدا جدا بیان کریں بلکہ اگر ایک ہی دفعہ دس یا سو یا ہزار وغیرہ کہا جائے تو اس کو ایک ہی شمار دیا جاتا اور نہ یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ایک دفعہ اس نے شمار سو کر رہا ہے لہذا یہ ایک ہی تصور ہو گا بلکہ اس کو سو ہی سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ ایک ایک کر کے سوئے کہے بلکہ دفعہ سو کر کے ہی محال تین طلاقیں کا گھٹنے ٹیک دینا یا تینوں کے قاعدہ کے مطابق تین کا ایک ہونا کوئی بعید شائبہ نہیں ہے چھٹا ملاحظہ

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ۔

ان قولہ وخلقہا خلقتا جب انزلہ قولہ کیونکہ اس کا یہ قول کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں سلحت خلقتا ادا قدرت خلقتا اور جسے دی ہیں اس قول کی مانند ہے کہ میں نے تین دفعہ بخود وسملاً یعقل جمعة سلام کیا یا تین دفعہ قرار کیا یا اس جیسی اور صورت جو جس میں جمع کرنے کا معنی نہیں سمجھا جاسکتا۔

المجواب:۔ طلاق ایک ایسی چیز ہے جو حقیقت سے ہو یا مذاق سے دونوں صورتوں میں واقع ہو جاتی ہے اس میں اس کے رد کا اور طلاق ہونے کو اس کو واپس لے لینے کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے ہاں طلاق رجعی میں طلاق ہونے کے بعد رجوع کا حق الگ چیز ہے لیکن اس کی یہ پوزیشن نہیں ہوتی کہ طلاق لینے والا طلاق سے رجوع کر کے اور

یہ تصور کر کے کہ گویا میں نے طلاق ہی نہیں دی یہ صورت اس میں نہیں ہوتی اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :-

ثَلَاثٌ جَدِّهِنَّ جِدٌّ وَهَذِهِنَّ جِدٌّ الْكَلْعُ تین چیزیں حقیقت سے ہوں تب ہی حقیقت ہوتی والطلاق والرجعة والبراءۃ ۱۹۹، ترمذی ہر اصل کی اور غرض سے ہوں تب ہی حقیقت ملتا ہے ابن ماجہ ۱۳۳۳، مسندک ۴۹۹، ذوقطف ۴۳۲، الجامع الصغیر ۳۲، وقال ابن

اس سے معلوم ہوا کہ طلاق ایک ایسی چیز ہے کہ اگر مکررہ اور دل کی کے ساتھ بھی طلاق دیدی جائے تو واقع ہو جاتی ہے بخلاف اقرار کے کہ اس میں آدمی کی معنی کا دخل ہوتا ہے اور اقرار کر چکنے کے بعد اس سے انکار اور رجوع بھی کیا جاسکتا ہے مگر لداق میں باہر معنی رجوع نہیں ہو سکتا کہ وہ واقع ہی نہ ہو بل واقع ہونے کے بعد طلاق رجوعی میں رجوع کا مسئلہ جدا اور عرف عام میں یہ واضح ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نہیں سو فوا اقرار کرتا ہوں اور میری طرف سے فحاشی کر لا کہوں سلام ہیں اور عرف عام میں اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس نے سو فوا اقرار کر لیا اور لا کہوں مگر سلام کہ ڈالا یا تو زنا وغیرہ کے اقرار کو عام اقرار پر قیاس کرنا مرد و سب کو نہ کہ اقرار بالزنا محدود کی مراد ہے اور اس کا معاملہ ہی عدالت میں بعض حضرات اگر کوئی ایک چار دفعہ الگ الگ مجلس میں اقرار کرنا اجراء عدت کے لیے ضروری ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے (ملاحظہ ہو بحاری ص ۲۱۱)

سأقول في مخالطة

حافظ ابن القیم حضرت ابن عباس کی مسلم والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :- وهذا الحديث قد رواه عن ابن عباس بن عبد الوہاب وهو من تین آدمی روایت کرتے ہیں، ملازم اور وہ اجل من روی عنہ والیو الصبیہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے والوں میں الحدوی والیو الجوزار وحدیث :- ہے اجل میں اور ابوالصبیہ اور ابوالجوزار اور

عند الحاكم في المستدرک الخ ابن کی روایت ام حاکم نے مستدرک میں (اخافہ جلد ۱ ص ۲۸)

الحجاب :- یہ بھی حافظ ابن القیم کا نواسہ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے والے ایک تو حضرت طاؤس ہیں جبکہ مسلم بڑے بڑے روایت میں سے اور دوسرے ابن ابی بکر ہیں جیسا کہ مستدرک جلد ۲ ص ۱۱ کی روایت میں ہے ام حاکم اس کی تصحیح کرتے ہیں اور علامہ زہبی بھی انھیں مستدرک جلد ۲ ص ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ اس کی سندیں صحیحہ لفظ ابن مولیٰ ہے اور محدثین کو اس کی تضعیف کرتے ہیں ضعف وہ مستدرک کی روایت میں ابوالجوزار صرف ایک سال کی حیثیت سے ہے نہ کہ راوی کی حیثیت سے اور سی طرح مسلم وغیرہ کی روایت میں ابوالصبیہ مائل ہے نہ کہ راوی، الخضر حضرت ابن عباس سے بغیر حضرت طاؤس کے کسی قدر راوی کی روایت صحیح نہیں ہے اور ابوالصبیہ اور ابوالجوزار اس روایت کے راوی ہیں ہی نہیں محض مسائل میں اور طاؤس کی روایت کیلئے گزر چکا ہے اکھوال مخالطہ

بل لوشن لقتل ولصدقا ان ههنا مكان اجاعا قد جالم بختلف فيه على عهد الصديق اثنان ولكن لم ينفرض عصر الجمعین حتى حدث الاختلاف فلم يستقر الاجماع الا قول حتى صار الصحابة على قولین واستقر الخلاف بين الامم الى اليوم ثم نقول له يخالف عشر اجماع من تقدمه بل طای الزامهم بالحدوث عقوبة لهم لما علموا انهم علموا بتساويها في ولايت

بلکہ اگر ہم چاہیں تو کہہ سکتے ہیں اور ہم اس میں سے ہیں کہ بے شک تین طاؤس کے ایک ہوتے پر پہلے اجماع تھا اور حضرت صدیق کے زمانہ میں اس میں دو آدمیوں کا اختلاف بھی نہیں ہوا لیکن چونکہ انہی ایک اجماع کرنے والوں کا زور ختم نہیں ہوا تھا کہ اس میں اختلاف پیدا ہو گیا سو پہلا اجماع نہ کہ سکا یہاں تک حضرت عباسیہ کرام کے دو قول ہو گئے اور امت کا اختلاف طای الزامہم بالحدوث عقوبة لهم نے پہلے لوگوں کے اجماع کی مخالفت ہی نہیں کی

ان هذا سابق للفتنة الميمنة والناس ماضون وابه على الفسهم ولم يقبلوا فيه بخصلة الله عز وجل الخ (زاد المعاد جلد ۴ ص ۴۸)

بکھانوں نے قزاقوں پر تین طلائیوں پر طرہ نما لازم کر دیں کہ کوئی لوگ ان کی حرمت کو جانتے تھے پھر انہوں نے لٹکا طلاقیں دینا شروع کر دیں اور کوئی شک نہیں کہ جب لوگ اپنے اوپر بھی کا التزام کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہ کریں تو انہوں کے لیے اس کے نفاذ کی گنجائش ہے۔

الجواب: حافظ ابن القیم جسی قائل شخصیت سے ایسی مکرور باتیں معلوم نہیں ہوتیں ملاحظہ کیجئے کہ حجاب کس شخص سے پہلے ہوتے ہیں ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت صدیق کے عہد خلافت میں تین طلاقیں کے ایک ہونے پر اجماع تھا اور اس میں دو آدمیوں کے بھی اختلاف نہیں کیا اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو تین طلاقیں کو تین قرار دیا اس میں انہوں نے اپنے سے پہلے کسی اجماع کی مخالفت ہی نہیں کی ہاں یہ کاروائی انہوں نے سزا اور عقوبت کے طور پر کی ہے اگر یہ کاروائی حضرت عمرؓ نے عقوبت کی ہے تو سناؤ اللہ تعالیٰ انہوں نے پہلے اجماع کی بدو و جرمانہ لگتے کی ہے ایک تو اس لیے کہ تین کو ایک قرار دینے کے بجائے تین کو تین ہی قرار دیا اور دوسرے اس لیے کہ حضرت صدیقؓ کے عہد کے اجماع کو جس میں انہوں نے ان کے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا تھا اور جو شرعی اجماع تھا درمشرع کا لفظ حافظ ابن القیم کے کہ تو اس سے پہلے گذر چکا ہے (جو عقوبت اور سزا کی صورت میں بدل ڈالا پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت صدیقؓ (جو حضرات صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے عالم تھے اور جن کے ہاتھ حضرت صحابہ کرامؓ پر فروتے تھے) وکان ابی بکر هو اعلیٰ وعلیٰ بنی امیہ کے عہد میں جو اجماع منعقد ہوا تھا جس میں اولوا الامر حضرت صحابہ کرامؓ شریک تھے وہ ایسا علی وعلیٰ خلافت پر پادشاہت ہو کر اجماع کرنے والوں کے جیسے ہی اس میں رشتہ چڑھ گیا اور اجماع ایک اختلافی شکل اختیار کر کے دو قولوں میں بٹ گیا حتیٰ کہ اس کے

بدیکس حضرت عمرؓ کے عہد میں اس کے خلاف اجماع بھی منعقد ہو گیا اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد کے اجماع کے خلاف تو دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا تھا لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تین طلاقیں کو تین قرار دینے کا جب فیصلہ صادر فرمایا اور اس پر اجماع واقع ہو گیا تو اس اجماع کے خلاف ایک آدمی نے بھی آواز نہ اٹھائی کہ حضرت پہلے اجماع تو اس کے خلاف ہے، آپ کیا کرتے ہیں؟ اور قبول حافظ ابن القیم اس میں دو قول بھی تھے مگر دوسرے قول والے باطل ہو گئے، اس دوسرے قول کے اظہار کے لیے کسی ایک نے بھی کشتائی نہ فرمائی؟ حافظ ابن القیم کے اس بیان سے تو صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد مکہ آنے سے پہلے ثابت شدہ اور تہذیب باطل اجماع کے خلاف بھی اجماع قائم کر سکتے ہیں اگر یہی تہذیب و تہذیب راہ پر تہذیب راہی مسائل کا فلاحی حافظ ہے اور ان کا یہ کہنا بھی بے حس ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہ کریں انہو کو حق حاصل ہے کہ وہ ان پر بھی کریں مگر سوال یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی متنازع فیہ حدیث کے علاوہ جس کی بحث گذر چکی ہے کون سی صحیح اور صحیح حدیث اس مضمون کی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین طلاقیں کو ایک کرنے کی رخصت دی ہے اور اس کے خلاف خلفائے ثلاثیہؓ کے مجاز ہیں؟ حافظ ابن القیم جو یہ فرماتے ہیں کہ جتنی حدیث صحابہ علی قولین کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے دو ہونے اور بار خیرت حافظ ابن القیمؒ اور ان کے اتباع پر ہے کہ وہ کسی صریح اور صحیح اثر کے حوالے سے یہ ثابت کریں کہ کمال اور کمال صحابی نے تین طلاقیں کو ایک قرار دیا ہے اور جب ایسا نہیں تو دو قولوں کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ پس اسی منہج کے اور بھی بعض حفاظ اور شہادت ہیں جن کا ارتکاب حافظ ابن القیم جسی شخصیت نے کیا ہے اور اپنے علمی مقام اور تحقیقی منصب کے باطل گری ہوئی باتیں کہ ٹالیں اور حیرت ہے کہ حضرت مخدومؒ بن ابیہ کی روایت (جس سے جوہر نے تین طلاقیں بھی میں مینا کر پہلے گذر چکا ہے) کے سلسلہ میں وہ جمہور کو کہتے ہیں کہ اس سے ان کا استدلال بالکل بیکار بات اور محض تحریف ہے (ومن باب التکلف والمغرض) اور حدیث میں ایسی زیادت ہے جو اس میں نہیں ہے اور دلالت

کی کوئی قسم اس پر دال نہیں ہے لیکن مقلد کو اس سے کیا واسطہ وہ تو اپنی نصرت کے لیے جو چاہے کر سکتا ہے (محصلہ اغاثۃ اللہم فان جلد ۱ ص ۳۱۵) مگر اپنے مخالفانہ کی طرف قطعاً ترجیح نہیں فرمائی کہ وہ خود کیا فرماتے ہیں؟ اور ان کی سینہ زاد باتوں میں کیا وزن ہے؟ اور کیا دلائل و براہین کے معیار پر وہ باتیں اترتی بھی ہیں یا نہیں؟ یہ یاد ہے کہ حافظ ابن القیم کی شخصیت اور مجموعی لحاظ سے انکی علمی خدمات کا ہمیں کوئی انکار نہیں، اور ان سے ان کی شان کے مناسب ہیں بے حد عقیدت و محبت ہے گفتگو تو صرف ان کے بے جان اور بے وقعت اور بے وزن دلائل سے متعلق ہو رہی ہے جو انہوں نے اجماع امت حضرت ائمہ اربعہ اور جمہور محدثین و فقہاء عظام کے خلاف پیش کرنے کی بے جاسوسی کی ہے حالانکہ جمہور کا اس مسئلہ میں جو نظریہ ہے وہ محض اجتہاد و قیاس پر ہی مبنی نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے ماخوذ بلکہ مصرح ہے۔

و عابہ کہ پروردگار تمام اہل اسلام کو حق پر قائم و دائم رکھے اور قرآن و حدیث اور جمہور علماء و ائمہ کی راہ سے رہے۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمْ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ الْاِدِيْنَ
نَشْرُوْا الْاَحْكَامَ وَالْاِدِيْنَ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ بِاُخْلَاصٍ
وَبِقِيَمِيْنَ ۝

احقر النمل

ابوالزہاد محمد سرفراز

صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم کوہر الزوالہ و خطیب جامع مسجد گکھڑ

۱۷ شوال ۱۳۸۷ھ

۱۸ جنوری ۱۹۶۸ء

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

خزائن السنن تقریر ترمذی	احسن الکلام مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث	تسکین الصدور مسئلہ حیات النبی پر مدلل بحث	الکلام المفید مسئلہ تقلید پر مدلل بحث	ازالۃ الريب مسئلہ علم نبی پر مدلل بحث
راہِ سنت رویدعات پر اجواب کتاب	مقامِ ابنِ حنیفہ	اسماء مہدیہ	طائفہ منصورہ نجات پانچواں گروہ کی ملامت	ارشاد الشیعہ شیعہ نظریات کا مدلل جواب
آنکھوں کی ٹھنڈک اکابر علماء دین کی عبارت پر اعتراضات کے جوابات	عبارات اکابر	صرف ایک اسلام	گلدستہ توحید مسئلہ توحید کی وضاحت	دل کا سرور مسئلہ عقائد کی مدلل بحث
درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ	احسان الباری بخاری شریف کی ابتداء کی احسانات	تبلیغ اسلام شروریات دین پر مختصر بحث	چراغ کی روشنی میرزا قاسم کے بارے میں قادیانی و غیرہ کے اعتراضات کے جوابات	مسئلہ قربانی قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث
عیسائیت کا پس منظر عیسائیوں کے عقائد کا رد	مقالہ ختم نبوت قرآن سنت کی روشنی میں	بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم علی صاحب مدظلہ کی احسانات کے جوابات	راہِ ہدایت کرامات و معجزات کے بارے میں صحیح عقیدہ کی وضاحت	مینا بیج مولانا قاسم علی صاحب مدظلہ رسالہ تراویح کا اردو ترجمہ
آئینہ محمدی میرت پر مختصر رسالہ	تفرق الخواطر بجواب توحید الخواطر	المقام البرہان رد توحید البیان	توضیح المرام فی نزول مسالہ السلام	تنقید متین بر تفسیر قسیم الدین
ثبوت جہاد	الکلام الحامی سادات کے لئے ذکوۃ و غیرہ لینے کی مدلل بحث	ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و ماضی و غفر	المسک المفہود بجواب اشباب السعین	عمدۃ الاثبات تین طلاقیں کا مسئلہ
ثبوت حدیث حیث حدیث پر مدلل بحث	انکار حدیث کے منکرین مکررین حدیث کا رد	مودودی صاحب کا غلط فتویٰ	چالیس دعائیں	باب جنت بجواب راہ جنت
حکم الذکر بالجہر	اظہار العیب بجواب اثبات علم الطیب	اطیب الکلام فصل احسن الکلام	چہل مسئلہ حضرات بریلویہ	مرزائی کا جنازہ اور مسلمان
عمر اکادمی کی مطبوعات	خزائن السنن جلد دوم کتاب جامعہ	بخاری شریف غیر مقلدین کی تحریروں میں	حمیدیہ منظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ	جنت کے نظارے مولانا انیسویں کی کتاب میں ۱۸ روایات کا اردو ترجمہ
تین طلاقیں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ				
علامہ کوثری کی تائید الخطیب کا اردو ترجمہ امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع				